سلسلہ ۲

تحفۂ احسان

یعنی

تذکرہ و تاریخ شعرائے پورنیہ مشرقی و شمالی بہار

مرتبہ

رکن الدین داناؔ ندوی سہسرامی

منجانب

انجمن ترقی اردو کشن گنج ضلع پورنیہ

شائع ہوا

مطبوعہ جہانگیر پریس کشن گنج، پورنیہ

تحفۂ احسان

یعنی

شعرائے کشن گنج کی مختصر تاریخ

اور کھگڑا اسٹیٹ کے اُس میلہ مشاعرہ کی تمام غزلوں کا مجموعہ جو بابت سنہ ۱۹۴۰ء
اسٹیٹ کے تھیٹر ہال میں نہایت شان و شوکت سے منعقد ہوا مع تذکرہ شعرائے مشاعرہ
جو زمانہ حال میں داد سخن لے رہے ہیں

مرتبہ

مولانا حکیم رکن الدین صاحب داناؔ ندوی سہسرامی

منجانب :- انجمن ترقی اردو کشن گنج ضلع پورنیہ

باہتمام :- جناب میاں محمد احسان صاحب علیگ پدمپوری

جہانگیر پریس کشن گنج میں طبع ہو کر شائع ہوا
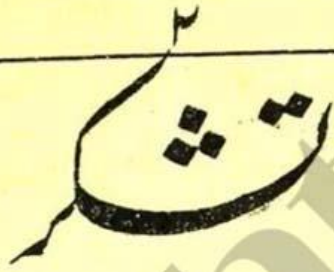
میرے نوجوان عزیز دوست میاں محمد احسان صاحب جن کے نام سے یہ معنون کیا گیا ہے۔ اپنی دولتمندی، ریاست، خاندانی وجاہت اور ذاتی محاسن کے لحاظ سے رئیسوں میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ ابتدا ہی سے آپ کو ادبی ذوق پیدا ہوا اور عمر کیساتھ ساتھ برابر بڑھتا رہا۔ اور آج جبکہ آپ حدود نوجوانی سے آگے بڑھکر پورے جوان ہیں آپکا ادبی ذوق بھی شباب کی تمام رعنائیوں کیساتھ جلوہ فرما ہے، عہد طالبعلمی میں آپنے ایک انجمن بنام "ینگ مینس اسوسی ایشن" اور اسکی لائبریری قائم کی جو ابتک قائم ہے اور اپنے حسن عمل سے بہار کے وزیر تعلیم سے لائبریری کیلئے ایک معقول رقم بھی حاصل کر چکے ہیں۔ وہ لائبریری اندنوں آپکے ذاتی مکان کے ایک کمرہ میں مسکن گزیں ہو کر صاحبان ذوق کو دعوت نظر و فکر دے رہی ہے۔

یہ تحفہ جب تیار ہوا اور اسکی اشاعت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو نظریں یکے بعد دیگرے اکثر لوگوں پر پڑیں مگر ایں سعادت بزور بازو نیست،

جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ اپنے دیرینہ ادبی ذوق سے مضطرب ہو کر پکار اٹھے ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

[اش]اعت کا سارا بار اپنی خوشی سے خود لیا اور انجمن ترقی اردو کشن گنج کو مرہون احسان بنایا۔ ایسی حالت میں بڑی [نا انصافی] ہوتی اگر میں اسکو آپکے نام سے معنون نہ کرتا۔ پس میں اپنے عزیز دوست کے تشکر میں اسکا نام "تحفہ احسان" رکھتا ہوں!

ساکن الدین دانا
اردو منزل کشن گنج ۲۵ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مقدمہ

آج ہندوستان میں زبان کا مسئلہ نہایت اہم ہو گیا ہے، اور اس نے ایک سیاسی حیثیت حاصل کرلی ہے جس سے گوناگوں مشکلات پیدا ہو گئی ہیں لیکن جو کچھ ہو ہمارا یہ اولین فرض ہے کہ جس طرح بھی بنے ہم اس مسئلہ کو حل کر دیں۔

زبان قومیت کی نشانی ہے اور قومیت زبان سے بنتی ہے، ہندوستانی قوم۔ جرمن قوم۔ انگریزی قوم چینی قوم۔ جاپانی قوم۔ عربی قوم۔ ایرانی قوم وغیرہ اور ان میں باہم امتیاز اور تفریق زبان سے ہوتی ہے۔ [illegible] قوم وہ ہے جس کی زبان جرمنی ہو۔ انگریزی قوم وہ ہے جس کی زبان انگریزی ہو۔ عربی قوم وہ ہے جسکی [illegible] عربی ہو۔ اسی طرح ہندوستانی قوم وہ ہے جسکی زبان ہندوستانی ہو، خواہ وہ مذہباً نصرانی یا یہودی [illegible]شرک یا موحد ہو۔ مسلمان یا کافر ہو۔

اور ہر ملک کی زبان وہی ہوگی جو اس ملک کی پیداوار ہو اور جو سارے ملک میں کسی نہ کسی طرح بولی اور سمجھی [illegible]ہو۔ چونکہ ہندوستان کے چالیس کروڑ انسان خواہ وہ ہندوستان کی کسی سرزمین کے رہنے والے

ہوں بحیثیت ہندوستانی ایک قوم ہیں اس سلئے ان میں مشترک ایک قومی زبان ہونا چاہئے اور وہ زبان عربی نہیں ہے۔ فارسی نہیں ہے سنسکرت اور انگریزی نہیں ہے۔ اڑیہ۔ بنگلہ۔ مرہٹی۔ گجراتی تامل۔ تلنگو۔ پنجابی نہیں ہے وہ صرف اردو اور تنہا اردو ہے۔ اور آج ہندوستانی قومیت کا عروج وزوال اور ہندوستانی قومیت کی حیات وممات اردو کے ساتھ وابستہ ہے اگر اردو فنا ہوئی تو ہندوستانی قومیت کا فنا ہو جانا ناگزیر ہے اور جب ہندوستانی قومیت فنا ہوگی تو ہندوستان ایک ملک کیونکر رہ سکتا ہے؟ یقیناً اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور تقسیم ہو کر مختلف قوموں اور مختلف آبادیوں کا ایک براعظم ہو کر رہ جائے گا اور جس طرح آج یورپ ہے کہ وہ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی اطالین جیسی مختلف اور متضاد قوم کی آبادیوں کا نام ہے جن کے درمیان سوا رشک وحسد۔ بغض وعداوت۔ طمع اور منافست کے کوئی مشترک چیز نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان بھی بنگالی۔ بہاری۔ گجراتی۔ مرہٹی سندھی۔ پنجابی جیسی مختلف زبان اور مختلف خصائل رکھنے والی قوموں کا مجموعہ ہو کر اپنی یکجہتی اور مرکزیت فنا کر دیگا۔

اس صورت میں ہندوستان کے لئے کوئی مرکزی فیڈرل اسمبلی بنانا کیونکر ممکن ہوگا! اور اگر بنانا ہندوستانی چاہیں تو اس وقت تک قطعاً ناممکن ہے جب تک سارے ہندوستان کی زبان ایک نہ ہو جائے۔ اور سارے ہندوستانی ہندوستانی زبان نہ سیکھ لیں اور فیڈرل اسمبلی کی تمام کارروائیاں ہندوستانی زبان میں کیا جانا قرار نہ دے دیا جائے۔

اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہندوستانی زبان کون ہے؟ اس کے معلوم کرنے میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ ہندوستانی زبان جو خالص ہندوستان کی پیداوار ہے وہ صرف ایک ہے جس کو عام

اصطلاح میں اردو کہتے ہیں - پس صرف اردو کی عام ترویج اور اس کو ملکی زبان بنایا جانا ہندوستان کو ایک ملک اور سارے ہندوستانیوں کو ایک قوم بنا سکتا ہے -

خاص مسلمانوں سے خطاب

جب یہ معلوم ہو چکا کہ زبان قومیت کی نشانی ہے اور جس قوم کی زبان فنا ہو گئی وہ قوم فنا ہو گئی تو ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان خواہ وہ ہندوستان کے کسی صوبہ کے رہنے والے ہوں بحیثیت مسلمان ایک قوم ہیں - اس لئے ان میں بھی مشترک ایک قومی زبان ہونا چاہیئے اور وہ یقیناً عربی - فارسی - انگریزی - سنسکرت - اڑیہ - بنگلہ - مرہٹی - گجراتی سندھی - پنجابی نہیں ہے وہ صرف اردو اور تنہا اردو ہے اور آج تمام ہندوستانی مسلمانوں کا قومی اتحاد قومی عروج و زوال اور قومی حیات و ممات تنہا اردو کے ساتھ وابستہ ہے - پس اگر بہار - یوپی اور پنجاب کے مسلمانوں کی طرح بنگال - سی پی - گجرات - بمبئی اور مدراس کے مسلمان بھی اردو کو اپنی قومی زبان نہ بنائیں گے اور اردو کا لباس فاخرہ پہنکر اپنی جسمانی تزئین نہ کریں گے تو کسی طرح مسلمانوں کے قومی اتحاد میں شریک نہ ہو سکیں گے اور ان کا قومی شیرازہ پراگندہ اور منتشر رہے گا -

بہار - یوپی اور پنجاب کے مسلمان اگرچہ اپنی معاشرت اپنے خصائل - اپنے معمولات اور مقامی خصوصیات میں ایک دوسرے سے ممتاز اور مختلف ہیں پھر بھی ان میں اتحاد اور یکجہتی ہے اور وہ متحد القوم ہیں - اس کا سبب یہی ہے کہ یہ تینوں صوبے متحد اللسان ہیں اور تینوں کی زبانیں اردو ہے - بخلاف بنگال اور دیگر صوبجات کے جہاں اردو نہیں ہے اور جہاں کے مسلمانوں نے تا ایں دم اردو کو قومی زبان مانتے ہوئے بھی اس کی طرف پوری توجہ نہیں کی ہے - اور آج وہاں کے مسلمان ہم سے علیحدہ اور اجنبی اجنبی سے معلوم ہوتے ہیں -
ایک زمانہ تھا جب بہاری اور بنگالی مسلمان ہم صوبہ تھے اور دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر بن کر اپنا

دریائے زندگی عبور کرنے کے لئے جد و جہد کر رہے تھے پھر بھی دونوں اجنبی تھے دونوں میں یکسانیت اور یکجہتی نہیں تھی اور دونوں کی معاشرت اور تمدن میں آسمان زمین کا فرق تھا دونوں دین کی طرح ملکی بھائی ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے الگ الگ تھے۔

اس کا سبب یہی تھا کہ ایک کی زبان اردو اور دوسرے کی بنگلہ تھی!

کیا سبب ہے کہ بہار۔ یوپی اور پنجاب کے مسلمانوں میں جداگانہ خصائل اور خصوصیات کے باوجود بھی جلد سے جلد یکجہتی اور میل جول ہو جاتا ہے لیکن بنگالی۔ مدراسی۔ گجراتی۔ مرہٹی مسلمانوں کے ساتھ وہ یکجہتی اور میل جول نہیں ہوتا وہ موانست اور بے تکلفی پیدا نہیں ہوتی وہ برابر ایسے اور اجنبی سے بنے رہتے ہیں؟

اس کا سبب وہی اردو ہے جس نے تین صوبہ کے مسلمانوں کو باہم شیر و شکر بنا کر متحد کر دیا۔ اور باقی صوبے کے مسلمان اسی اردو کی لاعلمی کی وجہ سے اپنے دوسرے بھائیوں سے غیر اور اجنبی بنے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی ہندوستان میں حیثیت

ہندوستان میں اسوقت کم و بیش نو کروڑ مسلمان ہیں یہ کل باہر سے نہیں آئے۔ اسی ہندوستان کی بسنے والی قوموں کے سم و چراغ ہیں۔ کوئی راجپوت۔ کوئی برہمن۔ کوئی ویش اور کوئی شدر۔ (لیکن شدر شدر باقی ں رہے۔ اس لئے کہ اسلام لانے کے بعد شدر بھی برہمن ہو جاتا ہے) ہاں تھوڑے عرب و فارس سے لیکن وہ بھی ہندوستانی بن گئے اور اسی ہندوستان کو اپنا وطن قرار دے لیا۔ سادات۔ مشائخ ں۔ افغان جن کی نسلیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں اگرچہ نو مسلم نہیں ہیں لیکن وہ عربی ن اور افغانی بن کر نہیں بلکہ ہر طرح ہندوستانی بن کر ہندوستان میں رہے اور اسی کو اپنا وطن سمجھا۔ اور اسی سے

محبت کی اور اسی خاک کے نیچے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ کسی مغل یا افغان بادشاہ یا کسی سید و شیخ امیر نے مرتے وقت یہ وصیت نہیں کی کہ اس کی لاش اس کے وطن عرب و ایران بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا عقیدہ تھا کہ عرب کی سرزمین مقدس بطحےٰ اور یثرب میں اس کی تدفین اس کی اُخروی نجات کے لئے وسیلہ ہے مگر اس نے اس وسیلۂ نجات پر اپنے وطن کی محبت کو مقدم رکھا وہ یہیں رہا یہیں مرا، اسی خاک میں سویا اور اسی خاک سے حشر کے دن اُٹھیگا۔

پس اگر شمالی ہندوستان کی راہ سے آنے والے آریوں کا وطن (جو آج "ہندو" کے نام سے سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں) ہندوستان ہے تو مسلمانوں کا وطن ہندوستان کیوں نہیں ہے؟ حالانکہ نو کروڑ میں سات کروڑ مسلمان خود یہی آریہ ہیں، جو مقدس ہو کر مسلمان ہو گئے ہیں؟

یقیناً ہم نو کروڑ مسلمانوں کا وطن بھی یہی ہندوستان ہے جس طرح بائیس[۲۲] کروڑ ہندوؤں کا وطن ہندوستان ہے اور جس طرح یہاں ہندوؤں کو حقِ وطنیت حاصل ہے اسی طرح ہم مسلمانوں کو بھی یہاں حقِ وطنیت حاصل ہے اور مادرِ ہند کے ان کی طرح ہم بھی سپوت ہیں اور گنگا جمنا کی ندیاں ان کی طرح ہمارے کلیجوں اور آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہیں۔

ہندوستان کی زبان

آریہ ہندو یہاں اپنی سنسکرت زبان لے کر آئے۔ مغل اور پٹھان مسلمان یہاں اپنی فارسی زبان لے کر آئے۔ پس ان دونوں زبانوں میں ایک بھی ہندوستان کی اصلی زبان نہیں ہے۔ یہاں کی اصلی زبان تو وہ ہے جس کو یہاں کی قدیم قومیں گونڈ۔ بھیل۔ سنتال وغیرہ بولا کرتے ہیں جو علٰحدہ علٰحدہ ہر قوم کی الگ زبان ہے اور جس کو کبھی اشتراک کا رتبہ حاصل نہیں ہوا۔

ہندوستان میں آریہ جب اپنی سنسکرت زبان لے کر آئے اور اپنی تہذیب اور شائستگی سارے ہندوستان میں پھیلائی تو ان کی علمی زبان وہی سنسکرت اور کاروباری زبان برج بھاشا یا سنسکرت سے نکلی ہوئی اور زبانیں جو ملک کے مختلف حصوں کی خصوصیات کے ماتحت اڑیہ ۔ بنگلہ ۔ مرہٹی ۔ گجراتی وغیرہ وغیرہ جاری اور ساری ہوئیں ۔

ہندوستان پر جب تک آریوں کی حکومت رہی ان کی زبان بھی حکومت کرتی رہی اور برابر اس کی مختلف نسلیں پیدا ہو ہو کر پھیلتی رہیں لیکن جب ہندوستان میں مسلمان آئے اور وہ اپنی فارسی زبان ساتھ لائے تو علمی اور عدالتی زبان تو وہی شاہی زبان فارسی قرار پائی ۔ لیکن کاروباری زبان جس میں ہندوستان کی کل قومیں شامل تھیں فارسی نہیں ہوسکتی تھی لامحالہ مختلف اقوام کے میل جول اور باہم امتزاج سے ایک نئی زبان کو پیدا ہونا چاہیئے تھا اور وہ پیدا ہوکر رہی اور وہی زبان اردو ہے جس کو گزشتہ مسلمان مصنفین بھی ہندی کہتے تھے اور اب لوگ اس کو "ہندوستانی" کہنا چاہتے ہیں ۔

پس یہی اردو ہندی ہندوستانی جس نام سے پکارئیے سارے ملک کی مشترک زبان ہے ۔ جو اسی ہندوستان میں پیدا ہوئی ۔ یہیں بڑھی ۔ اور یہیں شاداب ہوکر پھول اور پھل لائی جس کی تولید و ش ۔ تعلیم و تربیت ۔ ترقی و عروج میں مسلمان اور ہندو برابر کے شریک ہیں ۔ سر تیج بہادر سپرو فرماتے ہیں کہ اردو زبان ہندو مسلمان دونوں کو اپنے آبا و اجداد سے ایک مشترک و مقدس ترکہ کی حیثیت لی ہے جو قطعاً ناقابل تقسیم ہے ۔

اسی مضمون کا ہمارا ایک قطعہ ہے جو قابل ملاحظہ ہے اور جس کو پڑھ کر پوری طرح آشکارا ہو جاتا ہے کہ اردو مسلمان بلکہ ہندو مسلمان دونوں کی مشترک ملکیت ہے ۔

قطعہ

یہ اردو اتحادِ باہمی کی اک نشانی ہے ‏ ‏ بجا ہے گر کہیں ہندو کہ ہے اردو زباں ہم سے

ہزاروں ہو چکے اردو کے ہندو رائٹر پیدا ‏ ‏ جو تھے اہلِ زباں بڑھکر تھے وہ شستہ زباں ہم سے

سرور و بسمل و سرشار کو کیونکر بھلا دو گے ‏ ‏ زباں میں منزلوں یہ بڑھ گئے اہل زباں ہم سے

پلا ہے طفلِ اردو ان کے آغوشِ محبت میں ‏ ‏ جو خدمت اب بھی یہ کرتے ہیں ہوتی ہو کہاں ہم سے

ریاست ۔ بچوں کی دنیا اور ان جیسے بہت پرچے ‏ ‏ انہیں جاری کیا ہے کس نے ؟ کہئے مہرباں ہم سے

غرض اردو زباں ہے ہند کے جملہ مکینوں کی ‏ ‏ مسز نیڈو کا اردو بولنا کم ہے کہاں ہم سے

ضرورت گر نہ ہوتی سیکھتے ہرگز نہ گاندھی جی ‏ ‏ نہ اردو میں تکلم کرتے وہ ٹوٹی زباں ہم سے

مزا یہ ہے کہ ہو کر مالوی جی دشمنِ اردو ‏ ‏ کیا کرتے ہیں اردو ہی میں تقریر و بیاں ہم سے

غرض اہلِ وطن جو کچھ بھی چاہیں خود کریں لیکن ‏ ‏ نہ چھڑوائیں خدا کے واسطے اردو زباں ہم سے

نتیجہ ساری کاوش کا فقط اتنا ہے اے دانا

کسی صورت سے راضی ہوں شریکِ کارواں ہم سے

و کیساتھ مسلمانوں کا سلوک

کس کا شکوہ کریں یہ کام حضور اپنا ہے
اپنی بربادی میں جو کچھ ہے قصور اپنا ہے

ادبی نہیں بلکہ سیاسی مصالح اور تعصب نیز ہندی کو ترقی دینے کے لئے اکثر ہندوؤں نے اردو کو مسلمانوں
ضوص قومی زبان بتاکر اس کی مخالفت شروع کردی ۔ اور ہندی کی ترویج میں ایڑی چوٹی کا زور
ہے ہیں اور حکومت کے ذریعہ تصنیفوں کے ذریعہ انجمنوں کے ذریعہ اپنی ان تھک کوششوں سے ہندی کو

باعروج ترقی پر چڑھا کر اس کو ملک کی عام زبان بنانا چاہتے ہیں تو ان کے اس طرز عمل پر ہمیں ان سے کوئی گلہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہر قوم جس زبان کو اپنی زبان سمجھتی ہو اس کو ترقی و ترویج دینے کا حق حاصل ہے اور وہ اپنی ہر امکانی کوشش سے اس کی خدمت کرنے میں حق بجانب ہے۔

ہمیں پوچھنا صرف مسلمانوں سے ہے کہ وہ اپنی قومی زبان کے عروج و ترقی اور اس کے تحفظ و بقا کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

کتنے تعلیم یافتہ مسلمان اردو اخبار و رسائل پڑھتے ہیں؟ کتنے تعلیم یافتہ مسلمان اردو میں تصنیف و تالیف کیا کرتے ہیں؟ کتنے مسلمان اپنے کاروبار میں اردو کا استعمال کرتے ہیں؟ کتنے مسلمان اپنی نجی کی گفتگو ذاتی اور خانگی معاملات میں اردو کو جگہ دئے ہوئے ہیں؟

تعلیم یافتہ مسلمانوں میں حکام اور قانون پیشہ حضرات خاص امتیاز رکھتے ہیں لیکن ان کے کتبخانے ان کی پڑھنے لکھنے کی میزیں اور ان کی لائبریریاں اور ریڈنگ روم اردو تصانیف اور اردو اخبارات و رسائل یکقلم خالی نظر آئیں گی۔ ان کی باہمی گفتگوئیں یہاں تک کہ ذاتی اور نجی مراسلات تک میں اردو کو شرف یابی حاصل نہیں ہے۔ ہمیں ذاتی علم ہے کہ بعض مسٹر قسم کے اردو ادیب اپنی اردو داں نئی نئی بیوی کو کر انگریزی سکھاتے ہیں تاکہ وہ ان سے بجائے اردو میں گفتگو کرنے کے انگریزی میں گفتگو کرے اور بجائے و میں خط و کتابت کرنے کے انگریزی میں خط و کتابت کرے! اردو کے ساتھ اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ لمانوں کی تو یہ ذہنیت ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ہم ہندؤں کو دیکھتے ہیں تو انکے اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ بھی ذاتی اور خانگی ضروریات میں ہندی یا اپنی مادری زبان استعمال کرتے ہیں۔ پنڈت مالویہ۔ گاندھی جی۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ بابو راجندر پرشاد وغیرہ باوجود اپنی اعلیٰ انگریزی دانی کے ہندی یا گجراتی میں اپنی ذاتی

اور خانگی مراسلات کیا کرتے ہیں ان کے کتب خانے اور ان کی لائبریریاں ہندی گجراتی تصانیف اور اخبارات و رسائل سے پٹی پڑی ہیں۔

پھر کیونکر نہ کہا جائے کہ ؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم | کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اور ؎ ہمہ از دست غیر نالہ کنند | اردو از دست خویشتن فریاد

ہمیں تو خود اپنا رونا ہے اور مسلمانوں کا رونا ہے کہ اردو خود ان کی تیغ ستم کی مجروح اور انکے خنجر تغافل کی شہید ہے!

عدالتوں میں اردو رسم الخط کا اجرا

یوپی کی عدالتی زبان اب بھی اردو ہے لیکن چالیس برس پہلے بہار کی عدالتی زبان بھی اردو تھی۔ اور اب چالیس برس ادھر سے صرف ہندی ہو گئی تھی! اس عرصہ میں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے جد و جہد شروع کر دی تھی کہ عدالتوں میں پھر اردو جاری کر دی جائے اور جہاں اور جس طرح موقع ملا صدائے احتجاج بلند کرتے رہے بالآخر وہ وقت آ گیا کہ ان کی مساعی مشکور ہوئیں اور عدالتوں میں اردو رسم الخط کی بھی اجازت دیدی گئی، لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس سے کتنا فائدہ اٹھایا؟ اگر اس کے اعداد و شمار مہیا کئے جائیں اور مسلمانوں کے طرز عمل پر تبصرہ کیا جائے تو سوا حسرت و افسوس اور نوحہ و ماتم کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا! آج میں دیکھتا ہوں کہ عدالتوں میں، ذاتی کاروبار میں، زمینداریوں اور دوکانداریوں میں، ڈاکخانوں اور بینکوں میں بدستور اردو کا قتل عام ہے اور خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی نظروں کے سامنے لیکن مسلمانوں کو اتنا احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دامنوں سے قتل اردو کا خونیں دھبا دھو ڈالیں اور آئندہ اپنے دامنوں کو پاک و صاف رکھنے کی کوشش کریں!

وہ وی پی اور منی آرڈر فارم پارسل اور خطوں کا پتہ انگریزی میں لکھتے ہیں۔ عرضی دعویٰ اور بیان تحریری

پٹہ اور قبولیت اور لین دین کی تمام فردیاں ہندی میں لکھتے ہیں لیکن ان کو ذرا احساس نہیں ہوتا۔ ریلوے ٹکٹوں پر اسٹیشن کا نام اور کرایہ اردو میں نہیں ہوتا۔ اسٹیشنوں پر کرایہ کا بورڈ انگریزی ہندی، بنگلہ میں ہوتا ہے لیکن اردو میں نہیں ہوتا۔ میونسپلٹیوں کے تمام اعلانات واشتہارات ہندی میں ہوتے ہیں۔ اردو میں نہیں ہوتے۔ لیکن مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ وہ دیکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔ انہیں نہ غیرت آتی نہ خون میں حرارت پیدا ہوتی نہ دل میں جوش ہوتا نہ طبیعت میں امنگ اٹھتی۔ وہ بدستور ساکت اور صامت رہتے ہیں!

کیا اسی کا نام اردو کی حمایت ہے؟ کیا اسی طرز عمل سے اردو کی ترویج و ترقی ہو سکتی ہے؟ ہمارے دلوں میں تو اردو کی ایک آگ لگی رہنی چاہئے اور ہمیں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اردو ہی کو ورد زباں رکھنا چاہئے اور کم سے کم ہمارا ہر فرد اردو کیلئے جو کچھ کر سکتا ہے اس کو اتنا ضرور کرنا چاہئے جسطرح آج ہندی کو رواج دینے والے اپنا تن من سب ہندی کی ترویج پر نثار کئے ہوئے ہیں۔

شعرا اور مشاعرے

شعر وہ موزوں کلام ہے جو خود بخود زبان سے نکل پڑتا ہے۔ خواہ اس کا محرک، قدرت کا کوئی نظارہ ہو۔ دل کا کوئی درد ہو۔ طبیعت کا کوئی ولولہ ہو یا ...غ کا کوئی جوش ہو۔ اور یہ کلام جس آدمی کی زبان سے نکلتا ہے وہ "شاعر" کہلاتا ہے۔ شعر دراصل القا یا ...ام ہوتا ہے۔ جو فطرت یا قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور جس میں شاعر کے ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ...ی کوئی زبان اسوقت تک مکمل نہیں ہو سکتی اور اسکے علم ادب کو ادب کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک ...ں زبان کا شاعر پیدا نہ ہو۔ ہر زبان کا شاعر دراصل اس زبان کی جان ہوتا ہے جسکی فنا اور بقا اور جسکی ترقی ...ترویج شاعر کے دم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے!

اردو زبان کو زبان دراصل شاعروں نے بنایا ہے اردو زبان کو ادب کا رتبہ میر و سودا نے دیا۔ آتش

و مومنؔ نے دیا، غالبؔ و ذوقؔ نے دیا، انیسؔ و دبیرؔ نے دیا، اقبالؔ و حالیؔ نے دیا،

پس اگر زبان زندہ ہے تو شاعروں کا زندہ رہنا ضروری ہے اور شاعر اگر زندہ ہیں تو مشاعروں کا ہونا ضروری ہے : مشاعرہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو علمی و ادبی انحطاط اور عام جہالت کے باوجود پبلک میں ہر دل عزیز ہے اور اس تقریب سے شاعروں کو بھی کچھ نہ کچھ فکر سخن کرنا ہی پڑتی ہے : شاہان اسلام اور امرائے ہند کا وہ زمانہ تو گزر گیا جب شاعروں کی ہمت افزائیاں اور قدردانیاں ہوا کرتی تھیں اور ایک ایک نظم اور قصیدہ پر لاکھوں کے انعامات اور جاگیریں مل جاتی تھیں ۔ ہر دربار میں اہل شمشیر کی طرح اہل قلم اور اہل زبان حضرات کا بھی مجمع رہا کرتا تھا اور ان کی شاہانہ پرورش ہوتی تھی۔ لیکن اب سوا مشاعروں کے ان کی کہاں پرسش ہے : اب اگر مشاعرے بھی بند کر دئے جائیں تو شاعر معطل ہو جائیں گے اور ان کی قوت شعری تخیل اور بلند پروازی تعطل کے باعث بتدریج فنا ہو جائے گی۔ پس اگر شاعر فنا ہوئے تو شعر فنا ہوا، شعر فنا ہوا تو ادب فنا ہوا، ادب فنا ہوا تو زبان فنا ہوئی اور زبان فنا ہوئی تو جس قوم کی وہ زبان ہے اس کی قومیت [illegible] جانا لازمی ہے : اس حالت میں قومیت کی بقا کے لئے مشاعروں اور مناظروں کی صحبتوں کا ہوتے رہنا [illegible]میں شائقین اور صاحبان علم و ادب کا شریک ہونا ضروری ہے ۔

[illegible]دو کی محبت

زبان اردو ہندوستان کی پیداوار ہونے کی وجہ سے ہندوستانیوں کا اس سے محبت کرنا گو ایک فطری بات ہے لیکن اس کے علاوہ خود اس کے اندر جو دلچسپی اور [illegible]ی ہے اور اس کی صورت میں جو حسن و جمال کوٹ کوٹ کر بھرا ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو بھی ادھر دیکھتا [illegible]جس کو بھی اس سے واسطہ پڑتا ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے اور زندگی بھر اسی کا رہتا ہے ، اس میں ہندو [illegible]سلمان - یہودی - نصرانی کسی کی تخصیص نہیں بلکہ جو بھی اپنی بصارت اور بصیرت سے اس پر نظر ڈالتا ہے

چلا اُٹھتا ہے ؎ ہائے کیا بتلاؤں کیا ہے تیرے جلوے میں کشش
جتنا دیکھا اور اُتنی حسرتِ دیدار ہے

پھر اگر ابتدائے عمر سے میں اس کا اسیر زلف ہوں تو کون حیرت اور تعجب کی بات ہے ۔ میں جہاں گیا اس کا خیال ساتھ لیتا گیا لکھنؤ میں تحصیل علم کا زمانہ تو انہیں چرچوں میں گزرا ۔ دارالعلوم ندوہ کے دارالاقامہ، بنارسی باغ اور بادشاہ باغ کے سبزہ زار، قیصر باغ کی بارہ دری قرب و جوار کے دیہاتوں کی پرفضا سرزمین ہمارے طالبعلمانہ مشاعروں اور مناظروں کی جولانگاہ تھی ۔ عربیات کے تکملہ اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد جب میں طبی کالج میں داخل ہوا اور فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسہ نظامیہ کا پروفیسر اور بورڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا تو اسی زمانہ میں اردو میں منطق و فلسفہ کی دو کتابیں المنطق، اور الفلسفہ لکھیں جو سارے ہندوستان میں شائع ہو کر مقبول ہوگئیں اور طالب علموں کے آج بھی زیر درس ہیں ۔ جو ان کو بے انتہا فائدہ پہنچا رہی ہیں طبی ڈپلوما لینے اور طالب علمی کا شاہانہ زمانہ ختم کرنے کے بعد جب دنیا نے اپنی طرف کھینچا اور میرے طبی مشاغل اور میری طبی سرگرمیوں نے میری مصروفیت کے دائرہ کو بہت زیادہ وسیع کر دیا اور اس سلسلہ میں اول مجھے بارہ بنکی، پھر بنارس پھر پٹنہ پھر سہسوار اسٹیٹ ضلع مرادآباد، پھر کلکتہ جانا پڑا تو اس کی محبت ساتھ گئی اور ہر جگہ بزم ادب، مشاعرہ مناظرہ اردو کانفرنس وغیرہ وغیرہ جس صورت و شکل میں ممکن ہوا اردو کا تذکرہ جاری رکھا اور زبان و قلم سے اس کی مکانی خدمت کرتا رہا ۔ پٹنہ سٹی اسکول میں جس وقت ہیڈ مولوی تھا میٹریکلیشن فارسی کورس کے عربی حصہ کی شرح التراجم اور مقالات اردو نامی دو کتابیں لکھکر شائع کیں ۔ کلکتہ میں علاوہ مشاعروں اور مناظروں کی شرکت اور انجمنوں اور جلسوں میں تقریر کرنے کے زمیندار و وکیل اخبار اور ادبی پرچوں میں مضامین کا سلسلہ شروع

کردیا جو مدتوں جاری رہا۔ اس کے بعد روزنامہ الکمال کلکتہ کی مستقل ایڈیٹری کی اور جب بھاگلپور آیا تو یہاں بھی انجمن ترقی اردو قائم کی، مشاعرہ کی بنیاد ڈالی۔ اور کانفرنسیں کیں، محلہ محلہ گھر گھر جا جا کر تقریریں کیں جس سے وہاں کی خفتہ قوتیں بیدار ہوگئیں اور ادبی کارخانہ چالو ہوگیا۔

کشن گنج اور اردو

جب میں کشن گنج پہونچا تو سرحد بنگال کی یہ سرزمیں اگرچہ فارسی ادبیات سے مملو تھی لیکن گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ تھے۔ یہاں بھی انجمن ترقی اردو قائم کی اور مولوی محمد سلیمان صاحب وکیل کو جو ایک تعلیم یافتہ اور فارسی داں خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور نسبتًا جو خود بھی اردو کا کافی ذوق رکھتے ہیں انجمن کا سکریٹری بنایا، مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اور کانفرنسیں منعقد کیں۔ بزم ادب قائم کیا۔ اردو اخبار آئینہ کو جامہ وجود پہنایا۔ اور اس طرح یہاں اردو کا عام چرچا شروع ہوگیا یہاں تک کہ مولوی محمد امام علی صاحب ایڈوکیٹ بھی جو بنگال کے رہنے والے ہیں اردو کی طرف مائل ہوئے اور انجمن ترقی اردو کی صدارت قبول فرمائی اور اس میں کافی دلچسپی لیتے رہے۔ اور ان کے بعد مولوی محمد فضل الرحمن صاحب [illegible]دار ایم۔ ایل۔ اے کو جو یہاں کے ایک لائق اور قابل قدر رئیس ہیں انجمن کا صدر بنایا گیا جو اب تک اس کے [illegible]ہیں انجمن کی طرف سے ماہانہ اور سالانہ مشاعروں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ جس کی صدارتیں مولانا [illegible] [illegible]اروی، مسٹر کے۔ پی سنہا آئی۔ سی۔ ایس، بابو پرمیشور دیال بہاری مصنف ادل، مولوی عبدالرشید [illegible] مجسٹریٹ وغیرہ فرماتے رہے۔ اور جس میں پبلک غیر معمولی دلچسپی لیتی رہی۔ اور آج بھی لے رہی ہے۔

ان مشاعروں کا اثر یہ ہوا کہ بہتیرے لوگوں میں اردو کا ذوق پیدا ہوگیا اور بہتیری ذی استعداد ہستیاں باقاعدہ [illegible]اعر ہوگئیں جن میں جناب حکیم سید آغا علی صاحب احقر، مولوی محمد سلیمان صاحب وکیل سلیمان۔ حکیم سید مظہر علی [illegible]ب مظہر۔ مولوی عبدالواجد صاحب وکیل بسمل، منشی محمد ابراہیم صاحب وفا۔ مولوی بہار الدین صاحب اثر

مولوی احمد حسین صاحب قیصر - مولانا شاہ سید محبوب احمد صاحب احمد - مولوی سید ابو نصر صاحب نصر خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں -

میلہ مشاعرہ

میں نے ہمیشہ یہ خیال رکھا کہ مسلمانوں کے اجتماع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے - اگر کسی ایک تقریب سے کوئی اجتماع ہوا ہے تو اس میں کئی تقریبیں انجام دی جائیں ، اس طور پر انجمن اسلامیہ کے سالانہ اجتماع میں اردو کانفرنس اور سالانہ مشاعرہ بھی ہوتا رہا - ربیع الاول کی محفل میلاد کے سلسلہ میں انجمن ترقی اردو کا سالانہ جلسہ اور مشاعرہ منعقد ہوتا رہا -

کھگڑہ اسیٹٹ یہاں کا ایک اسلامی اسٹیٹ ہے جہاں سالانہ میلہ لگتا ہے اور یہ میلہ اپنی شان اور نوعیت میں تمام ہندوستان میں واحد میلہ ہے جو درازی وقت ، خرید و فروخت ، اسلامی اجتماع کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے - جن میں مقامی دوکانداروں کے علاوہ کلکتہ - ڈھاکہ - دارجلنگ - بھاگلپور - دربھنگہ - چھپرہ پٹنہ - گیا - بنارس - گورکھپور - الہ آباد .. لکھنؤ تک کے دوکاندار دوکان لے کر آتے ہیں اور کامل ڈیڑھ مہینہ ٹھہرتے ہیں ! اس اجتماع کو میں کیونکر نظر انداز کر سکتا تھا - یہاں بھی سالانہ میلہ مشاعرہ کی بنیاد رکھی رصہ سے اندرون میلہ منعقد ہوا کرتا ہے -

اس دفعہ یعنی سنہ ۱۹۴۰ء کا میلہ مشاعرہ اسٹیٹ کے جنرل منیجر کی صدارت میں یکم مارچ روز جمعہ ۸ بجے شب سے اسٹیٹ شاندار تھیٹر ہال میں منعقد ہوا جو شائقین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور جس میں فرش - کرسیوں اور بنچوں کا انتظام تھا - اور اس حسن انتظامی کا سہرا میرے مکرم دوست منشی عبدالحق صاحب نیز دیگر ملازمان اسٹیٹ سر رہا جنھوں نے اپنی خداداد انتظامی قابلیتوں سے جلسہ کو شاندار بنایا اور مہمانوں کی چائے پان سے تواضع کا معقول انتظام کیا -

میں اپنے کارکن احباب کو مشاعرہ کی اس شاندار کامیابی کی دلی مبارکباد دیتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنے نوجوان عزیز دوست مسٹر محمد احسان علیگ رئیس پدم پور کا شکر گزار ہوں کہ ان کی عالی ہمتی نے مجھے اس کا موقع دیا کہ میں ان غزلوں کا مجموعہ، شاعروں کا تذکرہ اور شعرائے پورنیہ کی تاریخ شائع کر رہا ہوں، اس کے پیشتر "ارمغان اتفاق" کے نام سے ایک سالانہ مشاعرہ کی غزلیں شائع ہو چکی ہیں - جو شائقین کو دفتر انجمن ترقی اردو کشن گنج سے مل سکتی ہیں -

تحفۂ احسان کی ادبی حیثیت

تحفۂ احسان کے نام سے علاوہ تاریخ شعراء کے غزلوں کا جو مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے، اگرچہ ادبی اور شاعرانہ نقطۂ نظر سے وہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن یہ جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہو رہا ہے زمین شور سے سنبل کا نکلنا اور گل و ریحان کا پیدا کرنا ہے - نقادان سخن اپنی تنقید سے پیشتر اس سرزمین کا ماحول اور یہاں کی ادبی اور شعری فضا بھی پیش نظر رکھیں - جہاں کی مقامی زبان اگرچہ اردو ہے لیکن آج سے پہلے اردو علم و ادب کا چرچا یہاں عام نہیں تھا، مگر آج [illegible]ن ترقی اردو نے اس ذوق کو عام کر دیا اور اب یہاں ادیب و شاعر دونوں پیدا ہو رہے ہیں - اور اگر ربع [illegible]دی کے بعد اس قسم کی دوسری کتاب شائع کی گئی تو ہمیں نقدان سخن سے کسی معذرت کی ضرورت پیش [illegible]ئے گی !

پھر بھی مجموعی حیثیت سے تحفۂ احسان اس قابل ہے کہ اردو تصانیف اس کو بھی اپنے گروہ میں لے لیں [illegible]اپنی صفوں میں کوئی جگہ دے دیں اور اردو کتب خانے اپنی آماریوں میں باریاب کریں !

اردو کی ہمہ گیری اور عالمگیر ہر دلعزیزی

ہندوستانی مروجہ زبانوں میں سب سے زیادہ اردو زبان میں اخبارات اور رسالے نکلتے ہیں

عملاً صرف اردو ہندوستان کی ملکی زبان ہو سکتی ہے،

(۱) اب آخر میں اردو کی ہمہ گیری اور ہر دل عزیزی کے متعلق ہم اپنا وہ افتتاحیہ درج کرتے ہیں جسکو ہم نے اپنے زمانہ ادارت میں مقامی اخبار آئینہ ۲۳ جون ۱۹۳۹ء جلد ۳ نمبر ۲۶ میں لکھا تھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

ایم اسلم صاحب نے اردو کی ہمہ گیری اور ہر دلعزیزی کے متعلق جو اعداد و شمار مہیا کئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان پر اہل ملک اور خاص کر مخالفین اردو گاندھی جی مہاراج، پنڈت مدن موہن مالویہ، بابو راجندر پرشاد جیسے لوگ ٹھنڈے دل سے غور کریں،

دنیا کی آبادی قریباً پونے دو ارب ہے۔

ہندوستان کی آبادی تقریباً ۳۸ کروڑ ہے۔

ہندوستان میں تقریباً ۲۰ کروڑ آدمی اردو بولتے یا سمجھتے ہیں۔

ہندوستان میں ۱۳۱ زبانوں میں اخبارات اور رسائل نکلتے ہیں لیکن سب سے زیادہ جس زبان میں نکلتے اردو ہے جس کا مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو

نام زبان	تعداد اخبار و رسائل	روزانہ	ہفتہ وار	ماہانہ و سالانہ		نام زبان	تعداد اخبار و رسائل	روزانہ	ہفتہ وار	ماہانہ و سالانہ
آسامی	۱۰	۰	۲	۸		تامل	۱۵۳	۱۰	۳۴	۱۰۹
گورکھی	۴۱	۳	۱۵	۲۳		بنگالی	۲۳۸	۸	۱۲۲	۱۰۸
اڑیا	۵۶	۴	۱۴	۳۸		گجراتی	۲۴۱	۱۸	۶۵	۱۵۸
لیالم	۸۰	۳	۱۴	۶۳		مرہٹی	۲۵۴	۱۲	۶۸	۱۷۳
کناڑی	۸۹	۱۱	۲۹	۴۹		ہندی	۴۱۰	۳۰	۱۰۶	۲۷۴
انڈھرا	۱۰۸	۲	۳۵	۸۱		اردو	۸۱۲	۵۷	۳۴۳	۴۱۳

(۲) ہندوستان سے باہر ۲ کروڑ پچاس لاکھ آدمی اردو بولتے ہیں جسکی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

کابل اور افغانستانی علاقے ۔ ۵۰ لاکھ — ایران — ۲۰ لاکھ

یورپ و امریکہ — ۲۰ لاکھ — گلگت، بلخ، بخارا، ختن ۔ ۵۰ لاکھ

عرب، عدن اور عربی ممالک ۔ ۱۵ لاکھ — جاپان و سینگاپور ۔ ۵ لاکھ

سیلون، افریقہ ۔ ۳۰ لاکھ — مختلف اسلامی مقامات ۔ ۱۵ لاکھ

اردو رسم الخط

...واچین کے تمام دنیا میں کسی نہ کسی طرح اردو رسم الخط کا رواج ہے

ہندی کی غیر ہر دلعزیزی خود ہندوستان میں

آسامی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں — اڑیا زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں

تامل زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں — لیالم زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں

بنگالی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں — کناڑی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں

گجراتی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں — سندھی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں

مرہٹی زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں — اندھرا زبان بولنے والے ہندی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں

انگریزوں میں اردو شاعری

اردو کی ہمہ گیری اور ہر دل عزیزی کی داستان سُن چکے ہندوستان کے غیر مسلموں کی اردو شاعری اور ادبیت سے واقف ہو چکے، اب آئیے ہم انگریزوں کی اردو شاعری کے کچھ نمونے پیش کر دیں تاکہ اردو کی ہمہ گیری دلعزیزی پر تصدیق و شہادت کی ایک آخری مہر اور ثبت ہو جائے اور دنیا یقین کر لے کہ اگر قرآن مجید خدا کی کتاب نہ ہوتی تو آئندہ جو رشد و ہدایت کے لئے آسمانی کتابیں نازل ہوتی وہ یقیناً اردو میں نازل ہوتی اس کی جائے نزول لکھنو ۔ دہلی ۔ لاہور یا حیدرآباد اور پٹنہ ہوتا۔ اب انگریزوں کی شاعری ملاحظہ فرمائیے۔

مسٹر ایس ایس گارڈنر فنا

خواب سے وہ بت بے پیر جو منہ کھول اٹھا — شمع خاموش ہوئی مرغ سحر بول اٹھا

ہوا حصول نہ کچھ عرض مدعا کر کے — ہماری بات گئی اور التجا کر کے

پوچھا جب دل سے کہ کب وصل کا ساماں ہو گا ۔۔۔ بولا جس روز کفن میں تنِ عریاں ہو گا

آج تو شوق سے پی خونِ جگر اے غمِ یار ۔۔۔ ناشتہ کل کو کبابِ دلِ بریاں ہو گا

اے فنا کیا کہوں کہ کیا ہے دل ۔۔۔ خاص اک صورتِ خدا ہے دل

منزلِ دل ظہورِ نامِ خدا ۔۔۔ مظہرِ انوار اللہ ہے دل

کیا ہے صورت وہی نمود وجود ۔۔۔ دو جہاں جو دکھا رہا ہے دل

دل کی صورت میں تھا خدا جو فنا

تو خدا میں فنا ہوا ہے دل

مسٹر ایس نتھانی ایل گارڈنر شکر

تلمیذ ہوش لکھنوی

جلوۂ عارض اگر زیرِ نقاب آیا تو کیا ۔۔۔ منہ پہ لے کر چاند دامان سحاب آیا تو کیا

گل نہ ہو جائے کہیں شمشِ قمر کی بتی ۔۔۔ دیکھو سر کی مرے ناسورِ جگر کی بتی

عرصۂ حشر میں دامن ترا اور ہاتھ مرا ۔۔۔ چارہ گر کیوں نہ لہو سے مرے تر کی بتی

آشنائی کا کیا شکر ادا حق اس نے

تا بہ جہلم مرے بالیں سے نہ سر کی بتی

بے خودی تھی نہ ہوش تھا تن کا ہائے کیا وقت تھا لڑکپن کا

دل سنبھل جائے ہاتھ آئے اگر ایک تعویذ تیرے جوشن کا

قبر سے شنکر جی اُٹھیں مردے

سُم جو لگ جائے اُس کے توسن کا

موصوف مسٹر شنکر نہایت ظریف الطبع تھے اور مرثیہ بھی کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اتفاقیہ ایک لالہ جی کی بھینس زینے سے ٹکرا کر مر گئی جس کا آپ نے حسب ذیل مرثیہ لکھا۔

لالہ جی کی بھینس کا مرثیہ

بڑھے دل کی کیونکر نہ اب بے قراری جو مر جائے یوں بھینس لالہ تمہاری

وہ عمر اپنی لائی تھی اتنی بچاری ستم کر گئی جو عدم کو سدھاری

کہوں کیا جو مجھکو ہوا رنج و غم ہے

یہ سچ ہے کہ تم سے زیادہ الم ہے

تعجب ہے کس واسطے مر گئی وہ یہی سوچتا ہوں کہ کیا کر گئی وہ

خفا ہو گئی دل میں کیا ڈر گئی وہ جو اس طرح سر پھوڑ کر مر گئی وہ

مرے تن بدن میں دہشت سے آیا پسینہ

سنا جبکہ ٹکر سے توڑا ہے سینہ

راجہ دلسکھ رائے پٹواری کی تاریخ وفات

راجہ دلسکھ رائے کے مرنے کے بعد ہر زباں پر لفظ یہ جاری ہوئے

تھے بڑے منحوس جانے کیا ہوا — حاکمِ اعراف یا ناری ہوئے
اُن کے مرنے کی لکھوں تاریخ کیا — اس تردد میں بہت عاری ہوئے

ملہمِ غیبی نے شب کو ناگہاں
دی صدا دوزخ کے پٹواری ہوئے

مس ایلن کرسچانہ ہمشیرہ مسٹر فنا

حشر کے روز جو خورشید نمایاں ہوگا — بے یقیں دل کو وہ عکسِ رخِ جاناں ہوگا

ان کے علاوہ مسٹر برتھائیو گارڈنر صبر۔ مسٹر رابرٹ گارڈنر اسبق۔ مسٹر پیٹرک گارڈنر شوق۔ مسٹر فلی گارڈنر فلک۔ مسٹر ولیم گارڈنر ادریس وغیرہ بھی شعرا تھے جو اردو میں غزلیں لکھا کرتے تھے یہ ہے اردو کی ہمہ گیری اور ہر دلعزیزی

گاندھی جی کے متعصبانہ جذبات

ان اعداد و شمار کی حقیقت افروز روشنی میں اردو کی ہمہ گیری اور ہر دلعزیزی اور ہندی کی محدودیت اور غیر ہر دلعزیزی
[ع]یاں آئینہ ہو گئی ہے لیکن اسکے مقابلہ میں جناب گاندھی جی اپنا متعصبانہ جذبہ جن لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں وہ سننے کے قابل اور
[سن]نے کے بعد عبرت پکڑنیکے قابل ہے کہ جب گاندھی جیسا آدمی تعصب کے دھارے میں بہا چلا جاتا ہو تو دوسرے ہندوؤں کا کیا ذکر ہے۔ لیکن
[ی]ہ بھی حق ہے اور حقیقت بھی حقیقت ہے۔ گاندھی جی اپنے اخبار ہریجن میں رقمطراز ہیں کہ:۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آسام کے چند قبیلوں کو بجائے دیوناگری رسم الخط کے رومن رسم الخط میں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ اس
[بار]ہ میں میں اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں کہ ہندوستان میں جو رسم الخط بھی عام ہوگا وہ دیوناگری رسم الخط ہوگا خواہ وہ اس کی
[مو]جودہ شکل ہو یا اس سے بہتر ہو، جب تک مسلمان دیوناگری رسم الخط کو علمی اور قومی نقطۂ نظر سے نہ سمجھیں گے اسوقت تک

بہرحال اردو یا فارسی رسم الخط دیوناگری رسم الخط کے ساتھ ساتھ جاری رہے گا۔ دیوناگری کروڑوں ہندوؤں کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بھی آسان ہے کیونکہ تمام صوبوں کا رسم الخط دیوناگری ہی سے نکلا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

اردو کا اہل زبان کون ہے

اب ایک آخری لیکن معرکۃ الآراء بحث یہ رہ جاتی ہے کہ اردو کا اہل زبان کون ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسکے متعلق بھی اپنا خیال ظاہر کروں، تاکہ پبلک کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے اور جنگوؤں کو بجائے خود اپنے متعلق ضرورت سے زیادہ حسن ظن ہے ان کی حقیقت بے نقاب ہو کر عالم آشکارا ہو جائے، میں نے اپنا وہ فیصلہ ایک قطعہ کی صورت میں قلمبند کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے

قطعہ

زباں ہر قوم کی بن جاتی ہے اردو زباں وہ ہے
غلط ہے جن کو دعویٰ تھا کہ ہے اردو زباں ہم سے

ہمیشہ طعنہ زن رہتی ہے خاکِ تربتِ دہلی
کہ سیکھی لکھنؤ والوں نے بن سن کر زباں ہم سے

ہمیشہ سنتے آئے لکھنؤ والے یہ کہتے ہیں
زباں اردو کی ہم ہیں اور ہے اردو زباں ہم سے

عظیم آباد کو بھی کچھ نہ کچھ دعویٰ زباں کا ہے
ہے وہ بھی گل فشاں پیدا ہوئے اہل زباں ہم سے

ہے عندلیبِ گلشن لاہور کا نغمہ
کہ اب زندہ زباں اردو کی ہے اے مہرباں ہم سے

راب فیصلہ کیونکر ہو ان کی اس رقابت کا
مزیت کس کو ہے کہنا کہ ہیں اہل زباں ہم سے

کرے جو خدمتِ اردو اسی کی ہے زباں اردو
وگرنہ ہے زباں تم سے نہ ہے اردو زباں ہم سے !

رکن الدین دانا

اردو منزل کشن گنج - پورنیہ ۔ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء

تیلہ شاہ

دانا (مولانا حکیم) رکن الدین دانا ندوی سہسرامی

نام | دانا تخلص رکن الدین نام ہے اور میں ۱۳۰۵ھ ہجری میں کتم عدم سے عالم وجود میں آیا۔

سکونت | محلہ شاہ جمعہ، سہسرام ضلع شاہ آباد، قسمت پٹنہ صوبہ بہار کا رہنے والا ہوں

خاندان | آبا واجداد عرب سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے۔

حضرت مخدوم زکریا ملتانی کے بھانجے حضرت مخدوم سید شاہ صدر الدین چراغ ہند ظفر آبادی کے خاندان اور آپ کے صاحبزادہ حضرت شاہ عبد الجلیل عرف شاہ پہاڑ کی اولاد سے ہوں جو ظفر آباد جون پور سے سہسرام میں آکر آباد ہوئے جن کا مزار سہسرام کے محلہ اَلی آدم خاں میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

[illegible]دانی پیشہ | آبائی پیشہ رشد و ہدایت، قضا و افتا و نصرت عساکر اسلامیہ کی دعاگوئی تھا — اور

[illegible]یہ معاش | ذریعہ معاش شاہی جاگیریں معافیاں محکمہ قضا و افتا میں ملازمتیں تھیں۔

[illegible]دیت | دادا حضرت شاہ عبد القادر والد حضرت شاہ عبد الحافظ اپنے رشد و ہدایت کے فرائض [illegible]ی کے ساتھ سہسرام کے بلند پایہ اور ذی رتبہ مختار تھے جو اپنے صلح کل طرز عمل اور پاکیزہ اخلاق و محاسن کے [illegible]ث ممدوح خلائق اور ممتاز و بلند رتبہ تھے

[illegible]یم | میری ابتدائی تعلیم مکان پر مولانا محمد طاہر برنوی، مولانا شاہ سیدہ مبارک حسین چین پوری،

مولانا لعل زماں سہسرامی شاگردان حضرت مولانا حفیظ الدین رحمان پوری پورنیاوی سے ہوئی ۔ پھر مدرسہ خانقاہ سہسرام، پھر دہلی پھر سعد آباد آگرہ پھر ندوہ لکھنؤ میں ۔

فضیلت کی سند | لکھنؤ آکر دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوا اور اس کے دار الاقامہ میں مستقل قیام کیا اور اس کے درجۂ فضیلت کا آخری امتحان اول درجہ میں پاس کر کے سند و ڈپلوما حاصل کیا، علامہ محمد فاروق چریاکوٹی، شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ اعظم گڈھی، مولانا مفتی عبد اللطیف سنبل مرادآبادی، شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی، حضرت مولانا سید عبد الحی نبیرۂ حضرت سید احمد بریلوی حضرت مولانا سید شاہ محمد علی کانپوری مونگیری اساتذہ میں تھے ۔

طبی تعلیم | عربی کا آخری امتحان پاس کرنے اور سند لینے کے بعد مولانا حکیم سید عبد الحی بریلوی ناظم ندوہ حکیم سید محمد باقر حکیم سید محمد نواب حکیم حافظ عبد الولی جھوائی لوٹہ سے طب کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور انکے مطب میں بیٹھا پھر لکھنؤ کی مشہور طبی درسگاہ تکمیل الطب کے سالانہ امتحان میں پرائیوٹ درجہ دوم میں شریک ہوا [کامی]اب ہو کر درجہ اول میں داخل ہوا ۔ استاذ الاطبا حکیم عبد العزیز سے طب اور مطب کا تکملہ کیا اور وہاں [کا] امتحان پاس کر کے طبی سند اور ڈپلوما حاصل کیا ۔

[ملازم]ت | عربی کی فراغت کے بعد دو برس دار العلوم ندوہ میں مدرس رہا اور طبی تعلیم کے اثنا میں تین [برس مدر]سہ نظامیہ فرنگی محل میں مدرس اور بورڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ، اور طبی سند پانے کے بعد گورنمنٹ سٹی سکول [میں ہی]ڈ مولوی رہا اس کے بعد مکان آکر طبی پریکٹس شروع کی، ابھی سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ میرے طبی کالج [کے] رجسٹرار شفاء الملک حکیم عبد الرشید خاں کا تار پہونچا اور ڈیڑھ سو ماہوار پر (علاوہ مکان، طعام، سواری) ملازم ہو کر ریاست سہسپور ضلع مرادآباد پہونچا، پھر ایک عرصہ کے بعد اسی تنخواہ پر ایک یہودی تاجر کے یہاں کلکتہ

بھیجا گیا اور مدتوں وہاں رہا۔ پھر دوسو ماہوار پر ایک ایرانی رئیس سید محمد شوستری کے یہاں ملازم رہا۔

شاعری | سہسرام میں شاعری کا پہلے بھی بہت چلن تھا اور اب بھی ہے۔ فطرت نے طبع موزوں عطا کی تھی اور ماحول و فضا بھی سازگار تھی، طبیعت شاعری کی طرف مائل ہوگئی۔ گاہے گاہے طفلانہ مشاعرے کی شرکت بھی ہوتی آئی اور جب لکھنؤ پہونچا تو فضا اور زیادہ سازگار ملی اور ماحول اور زیادہ ولولہ انگیز نظر آیا۔ بورڈنگ میں کیفی چریاکوٹی، قیس دسینوی (علامہ سید سلیمان ندوی) صدیق مانک پوری (پسر جلیل مانک پوری) ، سرور استھانوی وحشی شاہجہاں پوری، مصطفٰی ملیح آبادی خالد بنگالوی، منظور سہارنپوری جیسے لوگوں کا اجتماع سونے میں سہاگہ ہوگیا۔ اس طرح مشاعروں میں غزلیں جلسوں میں نظمیں شادیوں میں سہرے، موتوں میں نوحے کہے جانے لگے۔ یوں شاعری کی ابتدا ہوئی بڑھی اور جوان ہوئی، یہ سب کچھ ہوا لیکن نہ میں نے اپنے کو شاعر سمجھا نہ بنایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں شاعر ہوں، ممکن ہے ایسا ہو ورنہ دل کا بخار، واردات کا اظہار، جذبات و کیفیات کا بیان، ماضی و حال کے محاکات گاہے گاہے موزوں لفظوں میں نظم کرلیتا ہوں بس یہی میری شاعری ہے۔

تلمذ | میں استادِ ازل کا شاگرد اور الشعراء میں تلامیذ الرحمٰن کا مصداق ہوں، اگرچہ ابتدائی چند غزلیں [illegible] لکھنوی اور فائز بنارسی کو دکھلائی تھیں۔ اور یہی میرے شاعرانہ استاد ہیں ورنہ دراصل میرا استاد استادِ ازل [illegible] اور میری شاعری زیادہ تر اتفاقی اور الہامی ہے۔

تلامذہ | عموماً شاعروں کے بیشمار شاگرد ہوتے ہیں یا وہ بالقصد ہزاروں شاگرد بناتے ہیں اس قاعدے [illegible] میرے پاس بھی شاگردوں کی ایک فوج ہوتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے۔ علوم عربیہ کی تعلیم و تدریس کا تو [illegible]ے طبعی ذوق تھا اور اس کے اب بھی چھوٹے بڑے بیشمار شاگرد ہیں لیکن خدا جانے کیوں مجھے درس شاعری اور شاعرانہ اصلاح سخن سے کبھی دلچسپی نہیں ہوئی، اور میں نے نہایت شدت سے شاگرد ہونیوالوں کو روکا

اور اس کا رابطہ فن سے گہرا ہو گیا جس کا خوشگوار نتیجہ یہ نکلا کہ آج صرف میں ہی اپنا آپ شاگرد ہوں! فالحمدللہ علیٰ ذالک

غزل (۱)

(۱)

طرح ۔ قاتل کو دیکھنا ہو تو بسمل کو دیکھئے

مجھکو نہ دیکھئے نہ مرے دل کو دیکھئے
زخموں کو دیکھنا ہو تو قاتل کو دیکھئے

کیونکر نہ سر جھکائے قاتل کو دیکھئے؟
ساحل کے پاس آکے نہ ساحل کو دیکھئے

ہو جائے گا کبھی نہ کبھی جلوہ آشکار
لیلےٰ نظر نہ آئے تو محمل کو دیکھئے

خنجر بکف وہ آئے تو ہم سر بہ کف چلے
اس حوصلہ کو دیکھئے، اس دل کو دیکھئے

ساحل پہ آکے ڈوب گئی کشتیِ حیات
اس ڈوبنے کو دیکھئے، ساحل کو دیکھئے

ہر شعر ہے فسانۂ شوقِ دلِ حزیں
شعروں میں آپ مجھکو، مرے دل کو دیکھئے

ہمت تو یہ ہے پہنچوں ابھی تا بکوئے یار
مجھ ناتواں کو دیکھئے، منزل کو دیکھئے

آ کر لحد میں ختم ہوا قصۂ حیات
اب کشتیِ حیات کے ساحل کو دیکھئے

ہے لامکاں والا بھی، دل کے مکان میں
اس ننھے گھر کی وسعتِ منزل کو دیکھئے

ہمت ہے گر، تو پہونچیں گے اک دن مراد کو
چلئے، کبھی نہ دوریِ منزل کو دیکھئے

میں سخت جان اور اُدھر دستِ نازنیں
قاتل کو دیکھئے، میری مشکل کو دیکھئے

ہو گی نجات ڈوبئے گر بحرِ عشق میں
ساحل بھی ہو، تو مڑ کے نہ ساحل کو دیکھئے

آگر کبھی تو گورِ غریباں میں بہرِ سیر
آنکھوں سے اپنی آخری منزل کو دیکھئے

اب ختم ہو رہا ہے مرا قصۂ حیات
اب بھی تو آکے حالتِ بسمل کو دیکھئے

اُٹھے گا خود ہی دل میں شہادت کا ولولہ
قاتل کو دیکھئے، مرے قاتل کو دیکھئے

آخر کو داناؔ کوچۂ جاناں میں آگیا
قسمت کو میری، یار کی منزل کو دیکھئے

غزل (۲)

طرح (۲) - تم ہمارا نہ مدعا سمجھے

بُت کو سجدہ کیا خدا سمجھے
ہائے سمجھے بھی ہم تو کیا سمجھے

بُت کو جو آدمی خدا سمجھے
کوئی اُس آدمی کو کیا سمجھے

عشق میں کیا بتائیں کیا سمجھے
کچھ تو جینے کا مدعا سمجھے

میرے رونے پہ پردہ بھی پڑتے ہیں
کوئی سمجھے تو اس کو کیا سمجھے

عشق ہی ماحصل تھا جینے کا
عشق کا گو نہ مرتبہ سمجھے

اُس کا جینا بھی کوئی جینا ہے
جو نہ جینے کا مدعا سمجھے

گو وہ سنتے رہے فسانۂ دل
پر نہ کچھ دل کا مدعا سمجھے

حضرتِ داناؔ ایسی نادانی

غزل (۳)

(۳)
طرح - کبھی نہ اترے الٰہی شباب میلے کا

نہ کر دے مجھ کو بھی خانہ خراب میلے کا
بہار میلے کی، رنگ شباب میلے کا

پئے جو دور میں جام شراب میلے کا
کبھی گھٹے گا نہ جوش شباب میلے کا

نہ رہنے پائیگا ہم زاہدوں کا تقویٰ بھی
جو یوں ہی چھائیگا رنگ شباب میلے کا

ٹھہر ٹھہر کے اُٹھے گی امنگ جب دل میں
اُتر اُتر کے چڑھے گا شباب میلے کا

بنا رہی ہے ضعیفوں کو بھی جواں ہمت
جوانی میلے کی، جوش شباب میلے کا

بہار آئی ہے ہشیار، اہل دل ہشیار
چڑھے گا اور بھی رنگ شباب میلے کا

بنا ہے میلے کا بادہ فروش خود ساقی
پیے گا شیخ بھی جام شراب میلے کا

جیو ہوا رسے پیران پارسا پی لو ــــــ جواں بنائے گا جام شراب میلے کا

رہیں گی باقی نہ تاریکیاں دو کانوں کی
فلک پہ چمکے گا جب آفتاب میلے کا

ادھر حسینوں کا، پریوں کا جمگھٹا ہے اُدھر
جدھر بھی دیکھو کھلا ہے گلاب میلے کا

حسین بیٹھے ہیں جب حسن کی دوکان سجے
اسیر کیوں نہ ہو ہر شیخ و شاب میلے کا

نہ جاؤ میلہ، جو جاؤ تو شب کو لوٹ آؤ
کرے اسیر نہ چنگ و رباب میلے کا

یہ میلہ جان ہے، میلہ لگانے والوں کی
عدو نہ کھائے بنا کر کباب میلے کا

بگاڑا تم نے تو اس کا جواب کیا دوگے ــــــ سوال ہوگا جو روز حساب میلے کا

ملے تو پیتے رہیں گے شراب میلے کی
ملے تو کھاتے رہینگے کباب میلے کا

غزل

(سنا ہے شراب میلے کی)

سلیمان ۔ مولوی محمد سلیمان صاحب

نام | محمد سلیمان نام اور سلیمان ہی تخلص، عمر ۴۰ سال۔

ولدیت و سکونت | آپ مولوی عبدالحلیم مرحوم کے بیٹے اور الحاج منشی فریدبخش منصف مرحوم کے ... تھانہ بہادر گنج سب ڈویژن کشن گنج، ضلع پورنیہ کے رہنے والے ہیں۔

خاندان | پلاس منی اس علاقہ میں شرافت، علم و فضل، وجاہت و مرتبت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے اور ان خصوصیات میں، وہاں آپ کے خاندان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، اور اپنے خاندان کی موجودہ نسل میں آپ ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔

ذاتی حالات | اخلاق، عادات، مکارم، علم، فضل، عقل، فراست اور حب الوطنی میں اپنے تمام مقامی ہم عصر[...]ت بلند پایہ ہیں:

[...]پ ابھی صغیرسن تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا، اور آپ کی ساری تعلیمی اور تربیتی ذمہ داری کا بار [...]الدہ اور بڑے بھائی کے سر پر آپڑا، اور قانونی تعلیم کے اخراجات تمام تر آپ کے خسر منشی اسد علی صاحب [...]تر گھٹی نے اپنے ذمہ لے لیا، اس طرح آپ دنیا کی تگ و دو میں آگے بڑھے۔

تعلیم | آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی جہاں آپ نے اردو فارسی میں اچھی دستگاہ پیدا کی اور اس کے بعد [...]ء میں ہائی انگلش اسکول کشن گنج کی اوپر مڈل کی جماعت میں داخل ہوئے اور ۱۹۱۹ء میں انٹرنس پا[...]

غزل

(۳)

ـاتر کے پٹنہ کالج میں داخل ہوئے اور

سے باقاعدہ وکالت شروع کردی!

طرح ۔ کبھی نہ اترے الٰہی شباب میلے کا

نہ کردے مجھ کو بھی خانہ خراب میلا

ـں الز اول اور گاہے دوم ہوتے رہے، اپر پرائمری کے امتحان

ـں بھاگلپور ڈویژن کے سارے مسلمان لڑکوں میں اور ایف اے کے

ـہے جو دور میں جام شـ

ـڑکوں میں اول رہے۔ میٹرک پاس کر کے ایف اے میں دس روپے اور ایف اے

نہ رہنے پائیگا ہم زاہد

ـھر ٹھہر کر ۔۔۔ روپے ماہوار کا وظیفہ لیتے رہے۔

ـرحا | شاعری کا ذوق اور طبیعت کی موزونی فطرت خود عطا کرتی ہے جس نے آپ کو بھی عطا کیا تھا

ـن اس کا ظہور گرد و پیش اور ماحول سے ہوتا ہے، آپ کے گھر میں شاعری کا چرچا رہتا تھا۔ آپکے چچا مولوی

عبدالعزیز عزیزؔ کی مطبوعہ ضخیم کلیات آپ کے گھر اور آپ کے زیر مطالعہ تھی، اس طرح سارا ماحول اور ساری فضا

شعریت سے بھری تھی، پھر کیونکر ممکن تھا کہ ایسی فضا اور اس شاعرانہ ماحول میں ایک موزون الطبع انسان شاعری

علیحدہ رہے، آپ نے لاکھ چاہا کہ خارِ شاعری سے اپنا دامن نہ اُلجھائیں لیکن ممکن نہ ہوا، اور آپکو بادل نخواستہ

ـاعر ہونا اور شعر کہنا پڑا،

آپ کا میلان غزلوں سے زیادہ نظموں کی طرف ہے اور اکثر نیچرل نظمیں کہا کرتے ہیں شباب اردو لاہور۔

ـاد پٹنہ ۔ ندیم گیا ۔ آئینہ کشن گنج وغیرہ میں آپ کی نظمیں غزلیں اور مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔

ـصانیف | حیات فریدؔ اور اقبال اور وطن کی محبت آپ کے دو رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

غزل

طرح ۔ تم ہمارا نہ مدعا نہ سمجھے

ہم متاع گراں بہا نہ سمجھے ۔۔۔ درد کو دل کا مدعا نہ سمجھے

غایتِ آفرینشِ کونین ۔۔۔ عشق کا ہم یہ مدعا نہ سمجھے

اے دلِ دردمند تجھ پہ سلام ۔۔۔ تجھ کو جامِ خدا نما سمجھے

دُکھ نہ باقی رہا طبیبوں کا ۔۔۔ درد کو ہم جو لا دوا سمجھے

اڑ رہا ہو جو آسماں سے پرے ۔۔۔ کوئی اس کا مقام کیا سمجھے

جان اس سے ہے زندگانی میں ۔۔۔ درد کو جان سے سوا سمجھے

گریۂ ابرِ خندہ ہائے برق ۔۔۔ کوئی سمجھے تو اسکو کیا سمجھے

ظلم یہ ہے کہ سب سمجھنے پر ۔۔۔ تم ہمارا نہ مدعا سمجھے

اے سیماں تیری نوا دہ ہو
جو سنے اپنی ہی نوا سمجھے

بسمل ۔ مولوی عبدالواجد صاحب بی اے بی ایل بسمل

عبدالواجد تخلص بسمل عمر ۳۲ سال ۔

اپ موضع پلاسمی تھانہ بہادر گنج کے رہنے والے اور مولوی فرید بخش منصف مرحوم کے پوتے ہیں ۔ چند برسوں سے

کشن گنج سب ڈویژن میں وکالت کرتے ہیں، طبیعت کے تیز اور ذہین ہیں۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی انٹرینس کشن گنج ہائی اسکول، بی اے پٹنہ کالج اور بی ایل پٹنہ لا کالج سے پاس کیا۔

شاعری کا ابتدا سے ذوق تھا، آئی اے میں آئے تو غزلیں کہنا شروع کیں اور انگریزی نظموں کا ترجمہ نظموں میں کرنے کی مشاقی پیدا کی، آپ کی ایک نظم "محبت کی بے خودی" اُسی زمانہ میں شباب اردو لاہور میں شائع بھی ہوئی، پٹنہ کے مشاعروں میں اکثر شریک ہوتے اور اپنی غزل اور طرز ادا سے خوب خوب خراج تحسین وصول کرتے رہے۔ آپ کو حضرت تمنا پھلواروی سے تلمذ ہے۔ کشن گنج کے مشاعروں میں بھی برابر شرکت کرتے رہے، لیکن اب شاید پیشے کی مصروفیت یا ماحول اور گرد وپیش کے تاثرات سے ذرا توجہ کم کردی ہے جس پر ادبی حلقوں میں افسوس کیا جارہا ہے اور مشاعرے آپ کی کمی کو اچھی طرح محسوس کررہے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناصح ایڈیٹر آئینہ کشن گنج

نام محمد اسمٰعیل تخلص ناصح، عمر ۵۴ سال

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور پٹنہ سے میٹرک پاس کرکے ایف اے میں داخل ہوئے، ۱۹۱۶ء میں آپ کی شادی ہوئی اور آپ نے اپنی آئندہ تعلیم کو اپنی رفیقۂ حیات کی رونمائی میں دیدیا۔ اور اس کے بعد ملازمت کی طرف مائل ہوئے پہلی ملازمت پولیس آفس پورنیہ میں ملی، اس کے بعد محکمۂ جنگلات میں داخل ہوکر گوڈمہ ضلع ہزاری باغ میں رہے۔ پھر پٹنہ کلکٹریٹ میں جگہ ملی اور ۱۹۲۱ء میں ترک موالات کے سلسلہ میں اس سے مستعفی ہوکر سیاسیات کے صحرائے پُرخار میں قدم رکھا اور کچھ دنوں اسی خار زار سے دامن الجھاتے رہے۔ اور العدل پٹنہ اور المبشر پٹنہ کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں داخل رہے، پھر اتحاد بہار کے ادارہ میں شامل ہوئے، پھر مسلم لیگ میں آئے اور مساوات پھلواری کی قلمی

خدمت کرتے رہے اور آجکل آئینہ گلشن گنج کی ادارت فرما رہے ہیں۔

آپ کو اردو ادبیات کا شروع سے ذوق تھا شاعری کم اور مضمون نگاری زیادہ کرتے تھے، عالمگیر و خیام لاہور و سخن سنج لکھنؤ میں آپکے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ اردو فارسی عربی انگریزی میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں اور آدمی نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف ہیں، طبیعت نہایت ظریف اور بذلہ سنج پائی ہے۔ اور اپنے پاس احباب کی ہر دلچسپی کا پورا سامان رکھتے ہیں اور احباب کی رد دعوت آپکے مسلک میں بمنزل کفر ہے۔

غزل

مصرعہ طرح :- چلا جاتا ہوں سوئے کربلا شوق شہادت میں

گذرتے ہیں فراق و وصل دونوں ایک حالت میں — نہیں وہ خود تو اس کی یاد تو رہتی ہے فرقت میں

نہ جانے آگئی ہے آج کیا اپنی طبیعت میں — سوئے مقتل چلا جاتا ہوں خود شوق شہادت میں

ر ہوتی ہے عاشق کی مزے سے دونوں عالم میں — یہاں پریوں کے جھمگھٹ میں وہاں حوروں کی صحبت میں

ا اک بے وفا پر جان و دل خود کر رہا ہوں میں — کہ نیک و بد نہیں کچھ سوجھتا راہِ محبت میں

شورِ الاماں محشر میں ان کی دید پر اٹھنا — قیامت پر قیامت آگئی گویا قیامت میں

ڈھاؤ زاہد دساغر یہ ساغرِ دست ساقی سے — ہے جائز حور کے ہاتھوں سے مے نوشی شریعت میں

وہ اس کا نام لے لیکر مجھے دن رات سمجھانا

اخترؔ ڈاکٹر سید عبدالرشید صاحب اختر منعمی ابوالعلائی گیاوی

نام سید عبدالرشید، تخلص اخترؔ، عمر ۳۲ سال

آپ سید محمد شریف صاحب گیاوی کے صاحبزادہ ہیں، آپ کا نسبی سلسلہ حضرت مخدوم منہاج الدین قدس سرہٗ اور حسبی سلسلہ سید شاہ غلام حسین رضوی سے ملتا ہے آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں صوفیانہ انداز میں ہوئی۔ پھر ہائی اسکول میں داخل ہو کر انٹرنیس پاس کیا اور ویٹرنری کالج سے ڈاکٹری کا ڈپلوما لے کر سلسلہ ملازمت میں داخل ہوئے، اور آجکل کشن گنج ویٹرنری ڈسپنسری کے انچارج ہیں،

آپ کو ابتداء سے شاعری کا ذوق تھا۔ اور طبیعت صوفیانہ پائی ہے ابتدا میں حضرت بسملؔ گیاوی اور اسکے بعد حضرت رساؔ ہمدانی گیاوی کو اپنا کلام دکھلاتے رہے۔ اب پیشے کی مصروفیت سے شاعری کا موقع کم ملتا ہے۔ پھر بھی حسب موقع غزلیں کہتے ہیں اور اچھی کہتے ہیں

غزل

مصحفِ رخ کی تلاوت میں
جہاں بوسہ بھی واجب ہے ہر اک سجدے کی آیت میں

تاثیر تھی لفظِ شہادت میں
اضافہ ہو گیا کچھ اور بھی ذوقِ محبت میں

میں بُتِ کافر کا مسکن ہے
نظر آتی ہے تصویرِ مجازی بھی حقیقت میں

مجھے چھوٹا سا ئے خانہ
کہ مدغم آج کرنا ہے طریقت کو شریعت میں

کہ گردن خم ہوئی اپنی
ہمیں سجدہ ہے فرضِ عین اس محرابِ طاعت میں

اختر۔ ڈاکٹر سید عبدالرشید صاحب اختر منعمی ابوالعلائی گیاوی

نام سید عبدالرشید، تخلص اختر، عمر ۳۲ سال

آپ سید محمد شریف صاحب گیاوی کے صاحبزادہ ہیں، آپ کا نسبی سلسلہ حضرت مخدوم منہاج الدین قدس سرہٗ اور حسبی سلسلہ سید شاہ غلام حسین رضویؒ سے ملتا ہے آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں صوفیانہ انداز میں ہوئی۔ پھر ہائی اسکول میں داخل ہوکر انٹرنیس پاس کیا اور ویٹری کالج سے ڈاکٹری کا ڈپلوما لے کر سلسلہ ملازمت میں داخل ہوئے، اور آجکل کشن گنج ویٹری ڈسپنسری کے انچارج ہیں،

آپ کو ابتدا سے شاعری کا ذوق تھا۔ اور طبیعت صوفیانہ پائی ہے ابتدا میں حضرت بسمل گیاوی اور اسکے بعد حضرت رسا ہمدانی گیاوی کو اپنا کلام دکھلاتے رہے۔ اب پیشے کی مصروفیت سے شاعری کا موقع کم ملتا ہے۔ پھر بھی حسب موقع غزلیں کہتے ہیں اور اچھی کہتے ہیں

غزل

تا ہے ہم کو مصحفِ رخ کی تلاوت میں — جہاں بوسہ بھی واجب ہے ہر اک سجدے کی آیت میں

جانے وہ کیا تاثیر تھی لفظِ شہادت میں — اضافہ ہوگیا کچھ اور بھی ذوقِ محبت میں

ے کعبۂ دل میں بُتِ کافر کا مسکن ہے — نظر آتی ہے تصویرِ مجازی بھی حقیقت میں

بنانے دو مجھے چھوٹا سا مے خانہ — کہ مدغم آج کرنا ہے طریقت کو شریعت میں

لوار کو دیکھا کہ گردن خم ہوئی اپنی — ہمیں سجدہ ہے فرضِ عین اس محراب طاعت میں

گرفتارِ طلسمِ رنگ و بوئے حُسن برہم کو | نظر آتی ہے تنویرِ خدا اس بت کی صورت میں
رہے اتنا خیال آخر کہ میت ہے یہ عاشق کی | تڑپنے لوٹنے کی بھی جگہ ہو کنج تربت میں
نکلتا ہی نہیں دم، نیم بسمل کر گئی قاتل | مقدر بن کے بگڑا، پڑ گیا جھگڑا شہادت میں

مرا سر چاہتے ہیں آپ بسم اللہ حاضر ہے
مری جان ایسی فرمائش کہاں اخترؔ کی قسمت میں

مولوی محمد رفیق صاحب زاہدی عابدؔ بلیاوی

محمد رفیق نام عابدؔ تخلص، زاہدی نسبی نسبت، عمر ۲۸ برس۔

آپ کے والد مولوی محمد عبدالرزاق صاحب ناہدؔ اور دادا مولوی محمد سلیم صاحب عاجزؔ اپنے زمانہ کے مایہ ناز شاعر اور عربی و فارسی کے محقق و ماہر سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم شاہ رکن الدین رکن عالم زاہدی قدس سرہٗ تک پہونچتا ہے جو حضرت شاہ بدرالدین بدرعالم زاہدی بہاری قدس سرہٗ کے پوتے ہیں۔
آپ اپنے والد مرحوم کے بعد اپنے آبائی سجادہ کے سجادہ نشین ہیں۔ جہاں بقرعید میں بڑے پیمانہ پر عرس ہوتا ہے اور زائرین ہندوستان کے مختلف مقامات سے آکر شریک ہوتے ہیں۔
آپ کی تعلیم و تربیت خود گھر پر ہوئی اور الہ آباد و پٹنہ میں بھی تحصیل کا موقع ملا فطرتاً آپ ذہین و طباع ہیں ی کا اچھا مذاق رکھتے ہیں، اردو ادب کا ابتدا سے ذوق رہا اور اُس کو برابر ترقی دیتے رہے۔ بلیا سے ، نے "رفیق" نامی ہفتہ وار اخبار بھی نکالا اور اپنا پریس بھی قائم کیا آپ ایک اچھے اور زود نویس کاتب بھی ہیں پریس کا کافی تجربہ رکھتے ہیں آپ اپنے آبائی رنگ میں غزلیں کہتے ہیں اور سارا کلام اُسی رنگ میں ڈوبا رہتا ہے۔

غزل

کچھ ایسا ربط ہے باہم محبت میں مصیبت میں
کہ جانِ ناتواں میری پڑی ہے سخت دقت میں

ہوا ہے آشکارا یہ تخیل کی بلندی سے
جھلک عقدِ ثریا کی ہے میرے داغِ حسرت میں

نہ بجھ سکتی ہے تجھ سے لے صبا دامن بچا اپنا
حرارت ہے ہمارے خونِ دل کی شمعِ تربت میں

پلا دو نرگسیں آنکھوں سے کعبہ میں مجھے ساغر
سمو دو آج پھر رنگِ طریقت کوئے شریعت میں

اجڑ جاتی ہیں کتنی بستیاں ارمان و حسرت کی
کہ قربانی دلوں کی دینی پڑتی ہے محبت میں

شفق گوں شامِ ہجراں کی یہ رنگینی ارے توبہ
اضافے پر اضافہ کرتی ہی جاتی ہے وحشت میں

محبت اس کو کہتے ہیں محبت نام ہے اس کا
اڑا دو ہستی موہوم کی دھجی محبت میں

لبِ لعلیں کی سرخی کی قسم کیا لطف آئے گا
پلا دو مجھے تھوڑا سا خونِ دل بھی حسرت میں

جو دیکھو چشمِ بینا سے ہر اک ذرہ ہے دل عابدؔ
ابھر آتی ہے ہستی اپنی یوں مٹ کر محبت میں

غزل

منزل کو اور دوریِ منزل کو دیکھئے
شوق رہ رو و حوصلۂ دل کو دیکھئے

ان کی تلاش ہے تو مرے دل کو دیکھئے
لیلیٰ کو دیکھنا ہو تو محمل کو دیکھئے

گرداب غم میں پھنس کے کہاں ہوش کا وجود
کس دل جگر سے صورت ساحل کو دیکھئے

ہر سانس سوز و ساز کا پیغام سر دہے — گلشن سے دور شورِ عنا دل کو دیکھئے

مر مر کے رازِ زیست کو آسان کردیا — مشکل پسندیِ دلِ بسمل کو دیکھئے

ہر جام کیف و نشہ کا سحر تمام ہے — "یادش بخیر" گرمیٔ محفل کو دیکھئے

دل نے یہ مشورہ سرِ شوریدہ کو دیا — جھک جھک کے زورِ بازوئے قاتل کو دیکھئے

پھر حشر رنگ و بوئے گل داغ و زخم سے — گلشن بنا ہوا ہے مرے دل کو دیکھئے

عابدؔ سے پوچھتے ہیں عبث مرکزِ نگاہ
جو ٹوٹ جائے غم سے اسی دل کو دیکھئے

حکیم سید مظہر علی صاحب مظہرؔ بلگرامی

نام مظہر علی، تخلص مظہرؔ عمر ۲۸ سال،

آپ حکیم سید آغا علی صاحب احقرؔ کے مجھلے صاحبزادہ ہیں، آپ کے اجداد کا وطنی تعلق بلگرام اور آبا کا آرہ کو اتھ بجا گلپور سے ہے لیکن اب مستقلاً کشن گنج میں رہتے ہیں، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرکے ہائی انگلش اسکول کشن گنج میں داخل ہوئے، اور وہاں چند سال پڑھکر اپنے والد سے طبی تعلیم حاصل کی۔ پھر تکمیل و تجربہ کے لئے چند دنوں گورنمنٹ طبیہ کالج لکھنؤ میں رہے اور اب مکان پر مطب کرتے ہیں۔

آپ کو اردو ادبیات کا شروع سے ذوق رہا، شاعری ایامِ طفلی سے شروع کی اور اپنی عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی ترقی کرتے رہے تا آنکہ انجمن ترقی اردو کشن گنج کے مشاعروں میں بے تکلف غزل پڑھ پڑھ کر دادِ سخن لیتے ہیں۔

آپ نے "جام" نامی ایک ماہانہ ادبی رسالہ بھی نکالا جس کا عنفوان بڑا امید افزا تھا لیکن ایک نمبر کے بعد دوسرے کی نوبت نہ آسکی۔ طبیعت رنگین اور جدت پسند ہے، اگر توجہ کریں تو شاعری کے لئے آدمی موزوں و مناسب ہیں۔

غزل

جو بھی سمجھے ہیں وہ بجا سمجھے　　پر نہ میرا وہ مدعا سمجھے
مضطرب کر دیا خدائی کو　　ان بتوں سے تو بس خدا سمجھے
عرش و کرسی لرز گئے اس سے　　وہ جسے آہِ نارسا سمجھے
جھک گیا سر وہیں پہ سجدہ کو　　ہم جسے ان کا نقشِ پا سمجھے
دل میں رہنا نگاہ سے پردہ　　ایسے پردے کو کوئی کیا سمجھے

گریۂ نیم شب کو اے مظہرؔ
کوئی دیکھے تو کہئے کیا سمجھے

غزل

نہ ہو عروج پہ کیوں آفتاب میلے کا　　ابھی ابھی تو چڑھا ہے شباب میلے کا
بجا بھی مطربا چنگ و رباب میلے کا　　کہ منتظر ہے ہر اک شیخ و شاب میلے کا
بتاؤ، دوگے وہاں کیا جواب میلے کا　　حساب ہوگا جو روزِ حساب میلے کا
اجاڑ کر کے یہ آبادیوں کو بستا ہے　　رہے گا پھر بھلا کیونکر شباب میلے کا

نہ کیوں پسند ہو مظہر کو بادۂ خونِ ناب
کہ بے مزا تھا ابھی تک کباب میلے کا

غزل

مٹا ڈالا ہے اپنے آپ کو جس نے محبّت میں
ملی ہے زندگیٔ جاوداں اُس کو حقیقت میں

رہا باقی نہ جب دم فرق کچھ بھی نور و ظلمت میں
تو حق خود ہو گیا سینہ سپر حق کی حمایت میں

ہوئے مجبور حسین ابن علی اتنا محبّت میں
"چلے جاتے ہیں سوئے کربلا شوقِ شہادت میں"

بتا دو کیوں ہوئے شبیر قربان اے مسلمانو!
محبت میں، محبت میں، محبت میں، محبت میں

جہاں میں کون ایسا ہے جو ہم رتبہ علی کا ہو
ولادت میں، شجاعت میں، سخاوت میں، عبادت میں

ترا کنج لحد بھی رشکِ صد صحنِ ارم ہو گا
مدد کو جب علیؓ آئیں گے مظہر تیری تربت میں

غزل

خنجر بکف اُدھر مرے قاتل کو دیکھئے
میں سر بکف اِدھر ہوں مرے دل کو دیکھئے

پہلو کو، گہہ جگر کو، کبھی دل کو دیکھئے
ان کی نگاہِ ناز کے بسمل کو دیکھئے

منزل کی مشکلات نہ منزل کو دیکھئے
نکلا جو ایسی راہ میں اس دل کو دیکھئے

کونین کو بھی اب نہیں لاتا نگاہ میں
ان کی نگاہِ ناز کے گھائل کو دیکھئے

مظہر جوانِ گلوں میں تھا اُس گل کا رنگ و بو
ہے شیفتہ مزاجِ عنادل کو دیکھئے

مولانا شاہ سید محبوب احمد صاحب احمدؔ

نام محبوب احمد، تخلص احمدؔ، عمر ۵۵ سال۔

آپ موضع سربہدی قصبہ بہار ضلع پٹنہ کے رہنے والے مولوی سید محمد یوسف صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، اور انٹرینس پٹنہ سے پاس کیا اور مدتوں ہائی انگلش اسکول کشن گنج میں ہیڈ مولوی رہے، آپ صوفی اور درویش ہیں رشد و ہدایت آپ کا مشغلہ ہے، حضرت مولانا شاہ مبارک حسین قدس سرہٗ کے آپ مرید و خلیفہ ہیں اور محلہ روئی دھاسہ کشن گنج میں خانقاہ مبارکیہ کے سجادہ نشین ہیں اردو فارسی انگریزی میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں اور ادب و انشاء کا اچھا مذاق ہے، شاعری کرتے تو نہیں لیکن احباب کے اصرار پر کبھی کچھ کہہ لیتے ہیں میلاد شریف کی یہ دو غزلیں بھی فرمائشی ہیں۔

اس علاقہ میں آپ کے کافی مرید ہیں اور آپ کافی عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔

غزل

عشق کا جو نہ مرتبہ سمجھے — وہ خدائی کا راز کیا سمجھے
ساتھ سب کے ہے اور سب سے الگ — اس معمے کو کوئی کیا سمجھے
جس میں حسنِ ازل درخشاں ہو — اسکو ہم اپنا دلربا سمجھے

جس کی صورت اتر گئی دل میں — ہم مجازاً اُسے خدا سمجھے
ہست ہونے پہ بھی جو ہو پنہاں — ایسی ہستی کو کوئی کیا سمجھے
آپ کا میں سمجھ گیا مطلب — آپ میرا نہ مدعا سمجھے

جو نہ جانے، خدا کو احمد کو
ایسے بندے کو کوئی کیا سمجھے

غزل

فریفتہ ہے ہر اک شیخ و شاب میلے کا — کبھی نہ اترے الٰہی شباب میلے کا
جو رکھے سال بھر مست سرور و کیف ہمیں — پلا دے ساقی! وہ جام شراب میلے کا
لگی ہیں جنسِ محمدؐ، خریدتا ہے خدا — نہ ہوگا روزِ قیامت حساب میلے کا
کہیں یہ مظہر انساں کہیں یہ شانِ خدا — ہر اک تماشا ہے بس لاجواب میلے کا
دل و جگر وہیں عشقِ بتاں میں بھن جائیں — چکھیں جو حضرتِ زاہد کباب میلے کا

ہر ایک قیس کی لیلےٰ وہاں پہ ہے احمد
کہیں بھی نہ ہو لُبِ لباب میلے کا

منشی عبدالحق صاحب عبد

نام عبدالحق، تخلص عبد ہے۔

آپ موضع ہڑیا علاقہ صدر کے رہنے والے مولوی محمد عزیز کے صاحبزادہ ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ کشن گنج میں ہوئی اور بعد میں خانگی طور پر استعداد اور قابلیت میں کافی ترقی کی، آدمی نہایت ذہین طباع دلیر اور حق گو ہیں، حق کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے،

آپ مدتوں اسلام پور اسٹیٹ میں منیجر رہے۔ اور اندنوں کھگڑا وارڈس اسٹیٹ میں لا ایجنٹ ہیں۔ آپ کا دماغ قانونی موشگافیوں کے لئے بہت موزوں واقع ہوا ہے۔ آپ کا رد عمل لائق صد تحسین ہے۔ آپ کو ابتدا سے شاعری اور مضمون نگاری کا ذوق رہا۔ اکثر مضمون نگاری اور گاہے گاہے شاعری کرتے ہیں۔

غزل

تو ہی کہ تجھ کو کوئی کیا سمجھے — کس طرح بندہ خدا سمجھے

ہے خدائی تری خدا تیرا — پھر بتا تجھ کو کوئی کیا سمجھے

ہم محبت کے درد کو تیرے — دو جہاں کا مداوا سمجھے

جو ہوا خاک تیری الفت میں — اہل دل اس کو کیمیا سمجھے

عزیز کو اس سے کیا توقع ہو
جو ہمارا نہ مدعا سمجھے
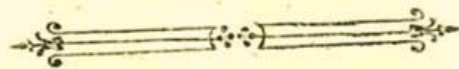
اثرؔ - مولوی محمد بہاء الدین صاحب اثرؔ

(ہڈ مولوی ہائی انگلش اسکول کشن گنج)

بہاء الدین نام اثرؔ تخلص، عمر ۳۱ سال

آپ منشی چراغ علی مرحوم ساکن موضع گرگاؤں ڈاک خانہ سنتھا تھانہ بہادر گنج ضلع پورنیہ کے صاحبزادہ ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر مولوی امین الدین، مولوی ابوبکر، مولوی زاہد الرحمن صاحبان سے اور مدرسہ اسلامیہ کشن گنج میں حاصل کی اس کے بعد اعظم گڑھ، جونپور، بنارس اور بہار شریف میں کچھ پڑھ کر شمس الہدیٰ پٹنہ کے مولوی ثانی کے درجہ میں داخل ہوئے، اور ۱۹۲۶ء میں مولوی ثانی اور ۱۹۲۸ء میں عالم ثانی اور ۱۹۲۹ء میں فاضل اول کا امتحان پاس کر کے جب فاضل ثانی کی تعلیم پا رہے تھے کہ نومبر ۱۹۲۹ء کو آپ کا تقرر بحیثیت ہڈ مولوی کشن گنج ہائی انگلش اسکول میں ہو گیا اور جہاں بحیثیت ہڈ مولوی آج تک کام کر رہے ہیں۔

آپ کو گو ابتدا سے ادبی ذوق تھا اور شعر و سخن سے دلچسپی لیتے تھے لیکن شاعری کی ابتدا ۱۹۳۵ء سے ہوئی، آپ کے مشاعروں میں نہایت دلچسپی سے شریک ہوتے ہیں اور پورے انہماک سے غزل کہتے ہیں اور اپنے کلام میں مولوی ابوالقاسم صاحب اخترؔ سے اصلاح و مشورہ لیتے ہیں۔

غزل

جو دیکھ لیتا ہے اک دن شباب میلے کا ۔۔۔ ہمیشہ دیکھنے لگتا ہے خواب میلے کا

بس اک یہی تو ہزاروں میں منفرد نکلا ۔۔۔ کہاں جواب ہے اس لاجواب میلے کا

تیرے بغیر ساقیا محفل اُداس ہے — بے چین دخت رز کیلئے دل کو دیکھئے

گو سب بجھے پڑے اُداس اثرؔ تھی تمام بزم
وہ آ گئے تو زینتِ محفل کو دیکھئے

غزل

کیا کہیں ہم کہ تجھ کو کیا سمجھے — ہر دو عالم سے ماورا سمجھے
اک طرح پر تمام عالم ہے — ہم تجھے اک [illegible] سمجھے
ماہ و خورشید تیرے پرتو ہیں — دیدۂ کور تجھ کو کیا سمجھے
ذرہ ذرہ میں تیرا جلوہ ہے — آنکھ والے تجھے خدا سمجھے
ہر دو عالم کے آپ ہادی ہیں — خلق پھر کیوں نہ رہنما سمجھے
لے لیا دل بطورِ نذرانہ — اس تماشہ کو کوئی کیا سمجھے
جو سنتے ہی کیا ایسے تیرِ نگہ — دل میں پیوست ہو گیا سمجھے
[illegible] اپنا تیرے آنسو کو — اپنی حسرت کا خوں بہا سمجھے
کیا تجاہل ہے ہنس کے کہتے ہو — ہم تمہارا نہ مدعا سمجھے
تیری صورت کا عکس جب دیکھا — اپنے دل کو ہم آئینہ سمجھے

ہم نے چھوڑا لباس تقویٰ بھی
تا نہ کوئی اثرؔ ریا سمجھے

غزل

نہ کام آیا دل محزوں نہ کیفِ دل مصیبت میں
خیالِ یار اب تیرے سوا ہے کون فرقت میں

بلا سے جان جائے گی تو جائے تیری فرقت میں
شہیدِ ناز تیرا ہی تو کہلاؤں گا جنت میں

تری مسحور کن آنکھوں نے ایسا کر دیا بیخود
کہ غفلت اور بھی ہونے لگی ہے تیری غفلت میں

سر و پا کی خبر جاتی رہے مدہوش ہو جاؤں
پلا دے ساقیا اک جام ایسا آج خلوت میں

حسینوں سے تجھے نفرت بتوں سے ناروا داری
کہاں سے زاہدا رہبانیت لایا شریعت میں

گنوں راتوں کو تارے خاک چھانوں دن کو در در کی
الٰہی کیا یہی لکھا ہوا تھا میری قسمت میں

قمرؔ آخر مری قسمت کا تارا اوج پر پہونچا
چلا ہوں سوئے مقتل آج میں شوق شہادت میں

قمر مولوی جنت حسین صاحب قمرؔ مظفرپوری

(سکنڈ مولوی ہائی انگلش اسکول کشن گنج)

جنت حسین نام، قمر تخلص، عمر ۳۲ سال

آپ منشی کفایت حسین صاحب ساکن بلواہا ضلع مظفرپور کے صاحبزادہ ہیں، آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے [illegible]اد بھائی مولانا جمال الدین ہڈ مولوی ہائی انگلش اسکول دھوبنی سے حاصل کی اور ۱۹۲۵ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے ملا اول میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۶ء میں ملا ثانی پاس کر کے ایک سال مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں پڑھا،

پھر تین سال مدرسہ عزیزیہ بہار میں پڑھکر مولوی اور عالم کی سند حاصل کی' اور درجہ فضیلت شمس الہدیٰ پٹنہ میں آکر داخل ہوئے، لیکن خانگی مجبوریوں سے تعلیمی سلسلہ جاری نہیں رکھ سکے ملازمت کرنا ضروری ہوگیا چنانچہ ۱۹۳۱ء میں کشن گنج ہائی انگلش اسکول میں سکنڈ مولوی مقرر ہوئے اور وہیں آج تک کام کر رہے ہیں' اردو ادبیات سے آپ کو ہمیشہ سے دلچسپی رہی اور گاہے گاہے شاعری بھی کرتے رہے۔ اسکول کے سالانہ جلسوں کے لئے نظمیں' اسکول ملاحظہ کرنے والے افسروں کے لئے قصیدے' مشاعروں میں کبھی کبھی غزلیں کہتے رہتے ہیں۔ بعض بعض نظمیں اخباروں اور رسالوں میں چھپی بھی ہیں' آدمی سادہ دل اور نیک مزاج ہیں۔ مولانا عبدالشکور آہ مظفرپوری سے اصلاح سخن لیا کرتے تھے اور اب سید ابوالقاسم اختر سے مشورہ لیتے ہیں۔

غزل

گزارا بچپنا شبیر نے حق کی اطاعت میں
نبی کے ساتھ ہو جاتے تھے محراب عبادت میں

حسین ابن علیؑ کو وعدۂ طفلی جو یاد آیا
چلے جاتے ہیں سوئے کربلا شوق شہادت میں

نارے نہر کے گو تین دن تک رہ گئے پیاسے
ذرا سا ضعف بھی آیا نہ ہمت میں نہ جرأت میں

کئے قربان بیٹے' بھائی' خویش و اقربا سارے
نہ باطل سے دبے قرباں ہوئے حق کی حمایت میں

مانہ پیش کرسکتا بھی ہے کوئی مثال ان کی
فصاحت میں' بلاغت میں' سخاوت میں' شجاعت میں

ی کیا بھول اے دنیا وہی ہم ہیں وہی ہم ہیں
جو مثل اپنا نہیں رکھتے ہیں ہمت میں شجاعت میں

ڈراتا ہے عدو لیکن قمرؔ ہم ڈر نہیں سکتے
بہا ڈالیں گے اپنا خون بھی حق کی حمایت میں

مولوی غلام محمد لون صاحب کامل کشمیری امرتسری

(شال مرچنٹ پورنیہ)

نام غلام محمد کامل تخلص، لون خاندانی لقب۔ عمر ۱۱ سال

آپ کشمیر النسل ہیں، دوسرے خاندانوں کی طرح آپ کا خاندان بھی امرتسر پنجاب میں آکر بس گیا ہے۔ لیکن آپ بذات خود مدتوں سے مدھوبنی پورنیہ میں قیام فرما ہیں۔ آپ ہمیشہ سے کشمیری شالوں اور شال چادروں کی تجارت کرتے ہیں اور اسی سلسلہ میں پورنیہ میں قیام ہے۔

آپ کو ابتدا سے اردو ادبیات کا ذوق ہے، اخبارات اور رسائے اکثر زیر مطالعہ رہتے ہیں، شاعری سے کوئی زیادہ شغف نہیں ہے۔ پھر بھی طبیعت کی موزونی گاہے گاہے بہ ضرورت شاعری کرتے رہتے ہیں۔ کھگڑہ میلہ میں آپ دوکان لے کر آتے ہیں، میلہ مشاعروں میں برابر شریک ہوتے ہیں اور اکثر غزل پڑھتے ہیں۔ آدمی نہایت سنجیدہ اور مدبر ہیں سال میں ایک دفعہ اپنے مکان امرتسر ضرور جاتے ہیں اور وہاں سے مال اور گاہے اہل وعیال کو ساتھ لے کر واپس آتے ہیں۔

غزل

ہمیشہ اوج پہ ہے آفتاب میلے کا — کہاں جواب ہے اس لاجواب میلے کا

ہزاروں آتے ہیں ہر سال دیکھنے کیلئے — تماشہ ہائے رُخ بے نقاب میلے کا

خدا نے بخشی ہے رونق وہ لاجواب اسے — ہر ایک ذرہ بنا آفتاب میلے کا

جو آئے اس کو خسارہ کبھی نہیں ہوگا ہے صاف صاف حساب و کتاب میلے کا
صدا سے حق کی ہے تازہ حیات انسانی وہ نغمہ ریز ہے چنگ و رباب میلے کا
یہی پھبن رہے اس کا یہی رہے جوبن کبھی نہ اترے الٰہی شباب میلے کا

دعا ہے حضرت خالق سے اپنی اے کامل
رہے شباب پر حسن و شباب میلے کا

وفا۔ منشی محمد ابراہیم صاحب وفا

نام محمد ابراہیم، تخلص وفا، عمر ۴۰ سال

آپ مولوی فدا علی مختار مرحوم ساکن التا باڑی تھانہ بہادر گنج ضلع پورنیہ کے رہنے والے ہیں، آپ کے والد اپنی مختارکاری کے ایام میں کشن گنج میں ایک ممتاز شخصیت رکھتے تھے،

آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے قریبی رشتہ دار منشی عابد حسین مرحوم ترکپوری سے ہوئی، اور فارسی منشی عبدالرحمن صاحب ردوائی سے پڑھی جو یہیں کے ایک مستند استاد تھے۔

آپ کو ابتدا سے شاعری کا ذوق تھا، پہلی نظم والد کے ارتحال اور دوسری نظم اہلیہ کے انتقال پر فارسی میں لکھی۔ کشن گنج میں انجمن ترقی اردو کی جب بنیاد پڑی اردو کا چرچا شروع ہوا مشاعرے ہونے لگے تو آپ نے اردو غزلیں بھی کہنا شروع کر دیں اور طرحی مصرعوں پر ہر مشاعرہ میں غزل پڑھنے لگے، طبیعت نہایت مضمون آفریں پائی ہے پرواز نہایت بلند ہے۔ اپنا کلام پہلے حضرت احقر پھر حضرت اختر کو دکھلایا کرتے ہیں۔ آدمی نیک اور سادہ مزاج ہیں۔

غزل

ہے رنگ روپ بڑا لاجواب میلے کا — کبھی نہ اترے الٰہی شباب میلے کا

پیا جو شوق سے جامِ شراب میلے کا — تو دل کو بھا گیا شامی کباب میلے کا

ملی ہے مجکو نصیحت یہ پیرِ دانا سے — کہ لوٹ لو کسی صورت شباب میلے کا

بس ایک جنبش ابروئے رند میکش سے — شبِ زفاف میں ٹوٹا حجاب میلے کا

بنا دیا ہے زمانہ نے گرچہ پیر عجوز — جواں بنائے گا اک دن شباب میلے کا

مٹا ہی دیتے ہیں کشش و بڑست کا جھگڑا — نہ کام دیتا ہے رنگ خضاب میلے کا

وفا سے عہد محبت وفا جو کرنا ہو
پلاؤ ویسے ہی جامِ شراب میلے کا

غزل

ے تھے حضرت شبیر دنیا سے وجاہت میں — شجاعت میں سخاوت میں بلاغت میں فصاحت میں

ں وہ گوہرِ نایاب تھے ثانی نہ تھا جس کا — چمک میں رنگ میں آب و ضیا میں قدر و قیمت میں

سے تھے رسول اللہ کے ادراک تھا اُن کو — لٹا بیٹھے متاع جاں کو بھی حق کی محبت میں

ناہے زندگی کا راز کھل جاتا ہے مرنے پر — "چلے جاتے ہیں سوئے کربلا شوقِ شہادت میں"

دی اپنی گردن کر دیا قربان گھر اپنا — مٹے کہتے ہیں شوقِ حق نمائی راہِ الفت میں

معاذاللہ یہ ظلم و ستم، جور و جفا ایسی — کہ کاٹا شمر نے حضرت کی گردن کو عبادت میں

طفیلِ تشنگیِ حضرت اصغر وفاؔ کو بھی

پلانا آبِ کوثر ساقیِ کوثر قیامت میں

غزل

ہم سے تم پوچھتے ہو کیا سمجھے — قہر کو رحمتِ خدا سمجھے

زہر تم نے دیا دوا سمجھے — پی کے جینے کا مدعا سمجھے

درد دل ہم نے کہہ دیا تم سے — تم اُسے بے سبب گلا سمجھے

جو سرِ رخ پہ دیکھ کر ہلال کو ہم — ناخن پائے خوش نما سمجھے

نفس سرکش نہ ہو سکا جب رام — ایسے موذی کو ہم قضا سمجھے

ہم ترے در کی خاک کو اے دوست — اپنی آنکھوں کا طوطیا سمجھے

نقشہائے سجود کو اپنے — یار کا ہم تو نقشِ پا سمجھے

اب نہ کہنا کبھی کچھ اُس سے وفاؔ

جو تری بات کو گلا سمجھے

غزل

فرصت جو ہو تو آئیے بسمل کو دیکھئے — پھر زخم دل کو دیکھئے یا دل کو دیکھئے

اچھا ہوا طبیبوں سے اپنا نہ درد دل — دل چاہتا ہے اب کسی عامل کو دیکھئے
عاشق کو وصل میں بھی ہے راحت کہاں نصیب — خود فصل گل میں حال عنادل کو دیکھئے
تاریک شب ہے راہ کٹھن راہبر نہیں — مجھ ناتواں کی سختیٔ منزل کو دیکھئے
پہونچا ہے بے وسیلہ کہاں یار تک کوئی — چلنا ہو گر تو مرشدِ کامل کو دیکھئے
دلوائے فقیر کو اپنی زکوٰۃِ حسن — سائل کو دیکھئے زرِ فاضل کو دیکھئے

بیٹھا ہے یار صحبتِ اغیار میں دفاؔ
کس دل سے ایسی گرمیٔ محفل کو دیکھئے

کاتب عبدالرحمٰن موضع گورگانواں
ڈاکخانہ سمری بختیارپور۔ مونگیر

تاریخ شعرائے پورنیہ

لطیفی - حضرت مولانا شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ رحماپوری

نام حفیظ الدین ، تخلص لطیفی

آپ کی ولادت موضع کمہریا علاقہ سُدھانی ضلع پورنیہ میں ہوئی آپ شیخ حسین علی مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو اپنے دیار کے بااثر شریفوں اور رئیسوں میں تھے، آپ ابھی کمسن تھے کہ آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا، آپ کی ابتدائی تعلیم موضع رسول پور میں ہوئی اُسکے بعد بغرض تحصیل علوم آپ پٹنہ تشریف لے گئے اور وہاں رہکر متوسطات کی تعلیم حاصل کی، پھر بغرض تکملہ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں تمام کتابیں ختم کر کے سندِ فضیلت حاصل کی اور لوٹ کر پٹنہ میتن گھاٹ حضرت خواجہ رکن الدین عشق کی خانقاہ میں ...یف لائے اور صاحب سجادہ حضرت خواجہ لطف علی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت طریقت فرمائی۔

... آدمی نہایت ذکی، فہیم، صاحب استعداد تھے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ لطف علی قدس سرہٗ کے ایما اور ...ی سے آپ مدرسہ خانقاہ سہسرام کے صدر مدرس مقرر ہوکر سہسرام تشریف لے گئے اور برسہا برس وہاں ...ت فرماتے رہے اور اخیر عمر میں اپنے وطن پورنیہ تشریف لائے اور موضع برہان پور میں جو اَب رحماپور کے ...سے مشہور ہے اور ای، بی ریلوے اسٹیشن سُدھانی سے دو میل کی مسافت پر ہے، اقامت فرمائی اور وہیں خانقاہ ...باد ڈالی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا تاآنکہ فرصت ختم ہوئی اور خدا کا پیغام وصال آپہونچا اور آپ

۱۳۳۳ھ یعنی آج سے چھبیس ۲۶ سال قبل اس دنیا سے پردہ پوش ہوکر محبوب حقیقی کے حریم ناز میں داخل ہوگئے ۔

آپ ایک صاحب استعداد اور جید عالم تھے اور ادب والنشا سے آپ کو خاص ذوق تھا، گاہے گاہے فکر سخن بھی فرماتے تھے جو عموماً فارسی میں ہوتا تھا حمد و نعت، مناقب بزرگان غزلیات، قصائد وغیرہ ہر صنف میں کلام موجود ہے۔

آپ کا ایک دیوان بہ نام "دیوان لطیفی" آپ کے انتقال کے پانچ برس کے بعد یعنی ۱۳۳۸ھ میں آپ کے مرید و خلیفہ مولانا محمد عابد صاحب جندی پوری مالدہی نے مطبع رحمانیہ مونگیر سے شائع کیا ہے، آپ صاحب تصنیف وتالیف تھے، صرف، نحو، منطق، کلام، تصوف وغیرہ میں اکثر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

اوائل میں علمائے کرام اردو کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرماتے تھے، فارسی عام زبان تھی اور اسی میں تصنیف وتالیف کیا کرتے تھے، لیکن بالآخر جب مولانا نذیر احمد، علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا عبد الحق تفسیر حقانی اور علمائے پنجاب نے اردو کی طرف توجہ فرمائی اور اردو کو علمی زبان بنا دیا تو حضرات علمائے کرام کو بھی ادھر توجہ ہوئی اور اردو کو شرف باریابی بخشا یہاں تک کہ گاہے گاہے اردو میں فکر سخن بھی فرمانے لگے۔

ضرت مولانا لطیفی کا مطبوعہ دیوان ۱۵۲ صفحہ پر ختم ہوتا ہے جس میں صرف پانچ غزلیں اور ایک خمسہ تو اردو باقی سب فارسی میں ہے۔ اسی دیوان سے بطور نمونہ اردو کلام درج کیا جاتا ہے، آپ صوفی اور درویش ھے، آخر عمر میں تصوف میں غلو ہوگیا تھا۔ شاعری میں تمام مسائل تصوف پر اظہار خیال کیا ہے اور اسی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس دیار میں آپ کے بے شمار مرید و معتقد ہیں۔ بڑے پیمانہ پر آپ کا انہ عرس ہوتا ہے جس میں ہزاروں معتقدین جمع ہوتے ہیں اور سہسرام و بہار کے مشہور قوال میر ضامن

۱۳۳۳ھ یعنی آج سے چھبیس ۲۶ سال قبل اس دنیا سے پردہ پوش ہوکر محبوب حقیقی کے حریم ناز میں داخل ہوگئے۔

آپ ایک صاحب استعداد اور جید عالم تھے اور ادب و انشا سے آپ کو خاص ذوق تھا۔ گاہے گاہے فکر سخن بھی فرماتے تھے جو عموماً فارسی میں ہوتا تھا حمد و نعت، مناقب بزرگان غزلیات، قصائد وغیرہ ہر صنف میں کلام موجود ہے۔

آپ کا ایک دیوان بہ نام "دیوان لطیفی" آپ کے انتقال کے پانچ برس کے بعد یعنی ۱۳۳۸ھ میں آپ کے مرید و خلیفہ مولانا محمد عابد صاحب چندی پوری مالدہی نے مطبع رحمانیہ مونگیر سے شائع کیا ہے، آپ صاحب تصنیف و تالیف تھے، صرف، نحو، منطق، کلام، تصوف وغیرہ میں اکثر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

اوائل میں علمائے کرام اردو کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرماتے تھے، فارسی عام زبان تھی اور اسی میں تصنیف و تالیف کیا کرتے تھے، لیکن بالآخر جب مولانا نذیر احمد، علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا عبدالحق تفسیر حقانی اور علمائے پنجاب نے اردو کی طرف توجہ فرمائی اور اردو کو علمی زبان بنا دیا تو حضرات علمائے کرام کو بھی ادھر توجہ ہوئی اور اردو کو شرف باریابی بخشا یہاں تک کہ گاہے گاہے اردو میں فکر سخن بھی فرمانے لگے۔

[حضرت] مولانا لطیفی کا مطبوعہ دیوان ۱۵۲ صفحہ پر ختم ہوتا ہے جس میں صرف پانچ غزلیں اور ایک خمسہ تو اردو [او]ر باقی سب فارسی میں ہے۔ اسی دیوان سے بطور نمونہ اردو کلام درج کیا جاتا ہے، آپ صوفی اور درویش [ت]ھے، آخر عمر میں تصوف میں غلو ہوگیا تھا۔ شاعری میں تمام مسائل تصوف پر اظہار خیال کیا ہے اور [ا]سی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس دیار میں آپ کے بے شمار مرید و معتقد ہیں۔ بڑے پیمانہ پر آپ کا [سال]انہ عرس ہوتا ہے جس میں ہزاروں معتقدین جمع ہوتے ہیں اور سہسرام و بہار کے مشہور قوال میر ضامن خاں [...]ضا خاں بھی مدعو ہوکر آتے ہیں جو اپنی دل نواز قوالیوں سے سامعین پر عالم وجد و کیف طاری کر دیتے ہیں۔

نمونہ کلام حضرت لطیفیؔ

عزیق لجۂ توحید ناب کر کے مجھے — بنا دیا مجھے مرشد خراب کر کے مجھے
جدا کیا مجھے آرام گاہِ وحدت سے — خدائے پاک نے شکل حباب کر کے مجھے
جہاں میں کون ہے بیدار غیرِ مستِ الست — نکالدے تو کوئی انتخاب کر کے مجھے

لاف عشق و مہربانی اور ہے — جانِ من دل کی کہانی اور ہے
سرِ سُبحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی دگر — رمزِ قولِ لَنْ تَرَانِیْ اور ہے
قصہ خواں کو سرِ حق کی کیا خبر — ہمرجدا ہے قصہ خوانی اور ہے
ہر عیاں میں اک نہاں گچند ہے — پر عیاں دیگر نہانی اور ہے

لافِ دانش گرچہ ہر انساں کو ہے
پر لطیفیؔ رازدانی اور ہے

[illegible] ترے سب ڈھنگ ہیں انداز ہیں حد سے پرے — ہرگز ندیدم چوں تو زیبا دلربا تر دلبرے
[illegible] ادا و ناز پر تیرے بھلا کوئی مرے — جادو نگاہے گلبدنے خوش لقا خوش منظرے
[illegible] تجھ پر بتا گر جاں نہ دے تو کیا کرے — گلگوں رخے فتاں نظر لعل لبے خوش پیکرے
[illegible] جوشانِ مولی پر فدا ہو کر مرے — حقا بنا شد دیگرش کس بندۂ دیدہ در ہے
[illegible] تیری طرف سے جانِ من کیونکر پھرے — دل بردۂ جانم زتن آوردہ بر منظرے

یہ عاشقِ مجروح اے جاں کب تلک تڑپا کرے — سوئم تماشا کن کہ تا در خاک و خوں بینی سرے

میں مر چکا ہوں عشق میں، ہاں زندہ ہوں دم سے ترے — در دل نماندہ جز تو مارا آرزوئے دیگرے

بلبل نہیں پروانہ ہوں اس شمع رونے پر مرے

ہاں اے لطیفی سوختہ شد گشتم اکنوں بے پرے

تضمین قدسی کی غزل پر

اے نبی آپ کے صدقے میں ہوئے جملہ نبی — آپ کے نور سے ساری یہ خدائی ہے بنی

آپ کی شان میں لولاک حدیث صمدی — مرحبا سیّد مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدائت چہ عجب خوش لقبی

آپ سا کون ہے محبوبِ حق شاہِ اُمَم — ماسوا آپ کے کس کو ہے ملا حُسنِ اَتَم

آپ کو دیکھ کے سب خلق یہ کہتی ہے بہم — منِ بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی

ر آپ سے ہے تازہ ترا اے شاہِ انام — ہر گُل و خار رو چمن میں ہے رواں بخششِ عام

ِ گلشنِ طیبہ ہے شہا دارِ سلام — نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
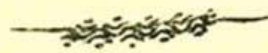
خاک - مولوی نورالحسین خاک مرحوم ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ سب رجسٹرار

نام | نورالحسین نام - خاک تخلص

ولدیت | آپ داروغہ یقین علی مختار مرحوم کے صاحبزادہ ہیں۔

سکونت | موضع ہلدی کھوڑا، تھانہ بہادر گنج سب ڈویزن کشن گنج، ضلع پورنیہ کی جائے سکونت ہے۔

ولادت | آپ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔

خاندان | آپ اپنے والد داروغہ یقین علی مختار مرحوم کے مجھلے لڑکے ہیں۔ آپ کا خاندان نہایت شریف اور معزز سمجھا جاتا ہے، اور ثروت کے لحاظ سے بھی باحیثیت ہے

خاندانی پیشہ | زمینداری اور ملازمت

تعلیم | ابتدائی تعلیم اردو فارسی قرآن شریف وغیرہ کی گھر پر حاصل کی اسکے بعد اسکول میں داخل ہوکر انٹرینس پاس کیا، پھر ٹی این کالج بھاگلپور میں داخل ہوئے۔

…مت | ابھی کالج میں پڑھ ہی رہے تھے کہ سب رجسٹرار مقرر ہو گئے اور برابر اسی میں رہے اور …ر ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ ڈسٹرکٹ سب رجسٹرار ہو گئے اور اسی عہدہ سے پنشن حاصل … آپ نے ملازمت کا زمانہ زیادہ مظفرپور اسکے بعد چھپرہ اور پورنیہ میں بسر کیا۔

…حالات | آپ نہایت زندہ دل اور خوش مزاج تھے، سب سے بخندہ پیشانی ملتے تھے پاکیزہ خصلت …تودہ اخلاق رکھتے تھے، غربا مساکین کی مدد کرتے تھے، علم کا خاص ذوق رکھتے تھے، اپنے

محدود تھی بلکہ بعض دوسرے دوسرے لڑکوں کو بھی سہارا دیا اور پڑھوا کر لائق و فائق بنوایا۔

آپ نے برابر اپنے یہاں ایک مدرسہ قائم رکھا اور آپ اس کا سالانہ جلسہ بڑے اہتمام و انتظام سے برابر کرتے رہے جس میں مختلف نامور اور مشاہیر علمائے کرام تشریف لاتے رہے، آپ حضرت وارث علی شاہ دیوا شریف کے مرید تھے اور اپنی غایت تواضع اور خاکساری کی بنا پر اپنا تخلص خاک رکھا تھا۔

شاعری اور ادبی ذوق آپ کو بچپن سے شاعری کا ذوق اور ادبی مذاق تھا، اردو کتابیں، اخبارات، رسالے برابر منگاتے اور پڑھتے رہتے تھے، اکثر اخبارات و رسائل کے خریدار تھے، پنشن لے کر جب خانہ نشیں ہوگئے تو دن رات کا یہی مشغلہ تھا۔

وفات آپ نے اپنے مکان ہلدی کھوڑا ۱۹۳۹ء میں وفات پائی، خدا بخشے۔ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

آپ کا ابتدائی کلام جو دستیاب ہو سکا بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

غزل

خدا جانے کس شوخ پر دل فدا ہے — کہ پہلو میں ہر وقت آفت بپا ہے
بھلا زاہد خشک کو کیا خبر ہے — حسینوں کی الفت میں جو کچھ مزا ہے
مجھے شکل و صورت کی پروا نہیں ہے — مرے عشق کا رنگ ہی کچھ جدا ہے

دلبری آپ پر موقوف نہیں ہے صاحب — دل سلامت ہے مِل جائیں گے دلبر مجھکو

کثرتِ شرم وحیا مانعِ گفتار ہوئی — وصل میں بھی نہ ہوا لطف میسر مجھکو

قدِ دلجو کے تصور میں جو سویا شب بھر — خواب میں آئے نظر سرو صنوبر مجھکو

گو گنہگار ہوں اے خاک مگر ہے امید
بخشوائیں گے وہاں شافعِ محشر مجھکو

نہ پوچھو ہم سے یہ آوارہ ہو کر ہم کہاں نکلے — کسی کی کھوج ہے دل کو یہاں نکلے وہاں نکلے

لبوں پر آہ ہے، آنکھوں میں آنسو زرد ہے چہرہ — بھلا اے خاک یہ صورت بنا کر تم کہاں نکلے

رخسار پہ گیسوئے معنبر تو نہیں ہے — بدلی میں نہاں ماہِ منور تو نہیں ہے

جانے بھی دو دیتا ہے نہیں جام نہ دے خاک — کچھ پیرِ مغاں ساقیِ کوثر تو نہیں ہے

خیالِ زہد و تقوے طاق پر اے خاک رہنے دو — خرامِ ناز سے ساقی لئے پیمانہ آتا ہے

عزیز ۔ مولوی عبدالعزیز عزیز مرحوم

عبدالعزیز نام، عزیز تخلص ہے
آپ حاجی منشی فرید بخش مرحوم منصف کے صاحبزادہ ہیں، اور موضع پلاس منی تھانہ بہادر گنج سب ڈویژن کشن گنج، ضلع پورنیہ کے رہنے والے ہیں،
ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرکے پورنیہ ضلع اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۸۸۸ء میں وہاں سے انٹرنیس پاس کیا

اور سٹی اسکول پورنیہ میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے، پھر ۱۸۹۲ء میں مختاری کا امتحان دیا اور پاس کر کے باقاعدہ مختاری شروع کر دی، اور ابھی آپ نے زندگی کی صرف تیس بہاریں دیکھی تھیں کہ پیام اجل آیا اور آپ اُس کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار البقا کو روانہ ہو گئے۔

آپ فارسی کی بہت معقول استعداد رکھتے تھے اور فارسی کے بہت اچھے شاعر تھے، شعر گوئی کا مذاق ابتدائے عمر سے تھا اور فارسی میں شاعری کیا کرتے تھے اور اس دیار میں شاعری کی جو سب سے پہلی کتاب چھپ کر شائع ہوئی وہ آپ ہی کا دیوان تھا جو ۱۳۱۴ھ میں بنارس سے چھپ کر شائع ہوا، لیکن اس کی طباعت سے پیشتر آپ انتقال فرما چکے تھے۔ اور وہ دیوان دیوان نہیں "کلیات" کی صورت میں لوگوں کے سامنے آیا۔ گو آپ کا مذاق سخن فارسی تھا پھر بھی گاہے گاہے اردو میں بھی کچھ کہہ لیا کرتے تھے۔ اردو کی ایک غزل دستیاب ہو گئی ہے، جو مندرج ہے۔

غزل

مجھے اپنا جلوہ دکھا دو محمد	مجھے عطر گیسو سونگھا دو محمد
زیارت سے اپنی کرو تم مشرف	مجھے اپنے در پر بلا دو محمد
یہی ہے توقع بروز قیامت	مجھے زیر داماں چھپا دو محمد
مجھے دین و دنیا سے غافل بنا دو	شراب محبت پلا دو محمد

عزیزِ گنہگار کی التجا ہے
خدا سے اُسے بخشوا دو محمد

صبا - منشی مہتر علی صبا مرحوم

مہتر علی نام ، صبا تخلص ہے۔

ایک معمولی کاشتکار کے لڑکے اور خود بھی کاشتکار تھے - اور موضع بلاس منی، تھانہ بہادر گنج، سب ڈویزن کشن گنج ، ضلع پورنیہ کے رہنے والے ہیں -

علم کا کافی ذوق تھا، جیٹھ بیساکھ کی دھوپ میں کھیت پر جا کر کھیت کی رکھوالی کرتے اور وہیں بیٹھے ہوئے لکھتے پڑھتے بھی رہتے - راتوں کو اگر کبھی چراغ میں تیل نہیں رہتا تو چاند کی روشنی میں مطالعہ کرتے، اسطرح اپنے ذاتی شوق و محنت سے آپنے فارسی کا تکملہ کیا، اور علمی کو اپنی معاش کا ذریعہ بنایا، اس سلسلہ میں کھگڑا بیگنا، پتھر گھٹی، نٹوا پاڑہ اور خود بلاس منی کے مکاتب میں درس دیتے رہے، اور مدرسہ اتحادیہ بہادر گنج میں بھی ہڈ مولوی کے فرائض انجام دئے۔

شعروسخن سے بہت دلچسپی تھی، فارسی میں مسدس، قصیدے، غزلیں کہا کرتے تھے، بوئے صبا اور ـــت فارسی میں دو کتابیں بھی لکھیں لیکن ساتھ ہی اردو شاعری کا بھی ذوق تھا، انجمن اسلامیہ کشن گنج کے سالانہ جلسوں میں گاہے گاہے اردو نظمیں پڑھتے تھے۔

عمر طبعی کو پہونچکر آپنے سنہ ۱۳۴۳ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا اردو کلام مندرجہ ذیل ہے۔

نمونہ کلام

ہے چاہ میں یوسف پڑا ہے کارِ خواں سے — مدد کو کارواں آیا نکالا چاہ زنداں سے

64

زلیخا غم سے ہے نالاں بتا دو نام یوسف کا ۔۔۔ دکھا دو راہ ملنے کی ملا دو ماہِ کنعاں سے
گیا جب کوئے جاناں میں بگڑ کر وہ صنم بولا ۔۔۔ لٹا دو خاک پر، گردن اڑا دو تیغِ براں سے
اڑاتا خاک ہے مجنوں تلاش کوئے لیلیٰ ہے ۔۔۔ سگِ لیلی دکھا دو قیس کو لاکر بیاباں سے
بھنور میں آ پڑی کشتی نظر آتا نہیں ساحل ۔۔۔ خدا را ناخدا کشتی بچالے موجِ طوفاں سے

جب رات کو سونیکو میں جاتا ہوں پلنگ پر ۔۔۔ کچھ اور ہی ہوتا ہے تقاضا مرے دل کا
نالوں نے مرے کر دیا بیتاب جہاں کو ۔۔۔ کیا صورِ سرافیل ہے غوغا مرے دل کا
میں کس سے کہوں حالِ دلِ زار کو اپنے ۔۔۔ محسوس کسے درد ہے دردا مرے دل کا

صبا بارِ [illegible] گل کھلایا تو کر ۔۔۔ عروسِ چمن کو سجایا تو کر
یہ ہنگام دلکش ہے یہ وقت بہار ۔۔۔ پلا مجھکو ساقی مے خوشگوار
لبوں سے لگا میرے اک جام مے ۔۔۔ غم دہر کو تا کروں اس سے پَے
ترے لطف کا میں ہوں امیدوار ۔۔۔ ترا در مجھے ہو گا دار القرار

عجب نیست کز لطف پروردگار
بر آید امید ہر امیدوار

رئیس موضع رسول پور ضلع مظفر پور مولوی سید احسان حسن خانصاحب احسان نے آپ کی وفات کی بابت مندرجہ ذیل تاریخیں لکھی ہیں۔

(۱)

رخت رحلت بست چو مہتر علی — شد جہاں نے مبتلائے درد و رنج

سال فوتش گفت احسان حسن — ہاتفے ، مہتر علی نکتہ سنج

۱۳۴۳ھ

(۲)

صبا کہ بود عزیز جہان و ماہر فن — بماند سے بزم سخن در جہاں از و آباد

دریغ و آہ کہ رخش برید بر گردوں — فغان و حیف کہ جسمش بزیر خاک فتاد

بپاست شور قیامت بخانۂ مرحوم — ز آہ و درد و الم رنج و نالہ و فریاد

بسال نقل او احسان بگفت این مصرع

صبا سخنور جادو بیان مرد آزاد

۱۳۴۳ھ

حاجی شمس الدین مرحوم

حاجی شمس الدین مرحوم مہتر علی صاحب کے ہم مکتب تھے، پڑھنے لکھنے میں جو دقتیں صبا کو پیش آئیں وہی ان کو بھی پیش آئیں، بڑی محنت سے فارسی کی تکمیل کی اور معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ لیکن زیارت حرمین سے واپس آکر محض کاشتکاری پر گزارہ رہ گیا۔

حاجی شمس الدین مرحوم کی شخصیت ایک مذہبی شخصیت تھی، آپ کا انہماک برابر مذہب کی طرف رہا۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ فارسی درسیات پر حاوی تھے، حدیث و قرآن پر اتنا عبور تھا کہ حضرت مولانا قادر بخش سہسرامی جیسے علامہ کو آپ کا لوہا ماننا پڑا، حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو کتاب ایک بار آپ کی نظر سے گذری اسکے اکثر حصے آپ کو نقش کالحجر ہو کر رہ گئے، حاضر دماغی پر

لوگ اکثر عش عش کرتے رہ گئے، عوام کو سمجھانے کا ایسا اچھا ملکہ حاصل تھا کہ جس بات کو سمجھاتے وہ سامعین کے دل میں اُتر جاتی۔ سعدیؔ، جامیؔ، نظامیؔ، حافظؔ، فردوسیؔ، مولانا رومؔ اور عطارؔ رحمۃ اللہ علیہم کے اکثر اشعار زبان پر تھے، قرآن پاک کا زیادہ حصہ زبانی تلاوت کرتے تھے، حدیثیں اور قصص حکایات بیشمار یاد تھیں، مذہبیت کا وہ عالم تھا کہ فرض وسنت کجا نوافل بھی کبھی ناغہ نہ ہونے دیتے تھے، سیدھے سادے متشرع آدمی تھے، تلاوت قرآن کا جو معمول تھا اس میں کبھی خلل واقع نہ ہوا، تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ ہوئی دلائل الخیرات کا ہمیشہ ورد رہا، ان پر گولڈ اسمتھ کے "واعظ قریہ" ہونے کا بجا دھوکا ہوتا تھا، مذہب کے ایک ستون غیر متزلزل تھے، روزانہ معمولات میں تھا کہ بلا ناغہ سویرے اٹھنا، اولین وقت میں فجر کی نماز ادا کرنا، تلاوت قرآن اور دلائل الخیرات سے فارغ ہو کر باسی بھات (پنتا) کا ناشتہ کرنا اور مویشیوں کو لیکر کھیتی کو نکل جانا، آپ کاشتکاری کے کُل کام اپنے ہاتھوں انجام دیتے تھے، ہل جوتتے، کدال چلاتے، مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے اور تقریباً بارہ بجے گھر لوٹتے، نہاتے کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاتے، پھر اٹھکر ظہر کی نماز پڑھتے اور عصر کی نماز پڑھکر کھیت کی طرف چلے جاتے اور مغرب کے پہلے مویشیوں کو لیکر لوٹ آتے، مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد ہی رات کا کھانا کھاتے اور عشا کی نماز پڑھکر سو رہتے، پھر تہجد کے لئے اٹھتے اسی معمول کیساتھ ت خوشحالی اور فراغدستی سے ساری زندگی بسر کی، اسی اثنا میں آپنے ایک حج بھی کیا۔

یکن ۱۹۳۰ء میں آپ دفعتاً بار دیگر سفر حج پر کمربستہ ہوگئے، ایک دن فجر کی نماز پڑھکر دل میں تحریک پیدا دوسرے دن فجر کی نماز سے پہلے آپ روانہ ہوگئے، جدہ میں بیمار ہوئے مکہ معظمہ پہونچکر احرام باندھنے کے کاری اسپتال میں داخل ہوئے اور وہیں انتقال فرماکر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

اپنی زندگی میں آپنے کبھی شعر گوئی کے میلان کا اظہار نہیں کیا لیکن آپ کی وفات کے بعد ایک قلمی نسخہ ملا ہے

جس سے آپ کی شعر گوئی کا حال کھلتا ہے، یہ آپ کے عنفوان شباب کی چیز ہے، آپ کی بیوی جن کی عمر محض سترہ برس تھی فوت ہو جاتی ہیں قدرتی طور پر آپ اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور اپنے غم کا اظہار دو سو ستاسی شعروں میں کرتے ہیں یہ ۱۳۰۰ ؁ سال ملکی کی تصنیف ہے یعنی تقریباً نصف صدی پہلے کی اور خلاف دستور فارسی میں نہیں ہے بلکہ اردو میں ہے جس میں شاعر کے فطری جذبات و احساسات کے ہیجان کا مظاہرہ ہے اور خوبی یہ ہے کہ اس میں مبالغہ آمیزی نہیں ہے بلکہ جو باتیں فطری ہیں اُنہیں کا اظہار ہے

مرثیہ اہلیہ

تو اُٹھ گئی اے جانِ من دلدار من دلدار من
مجھکو دیئے رنج و محن دلدار من دلدار من

افسوس کیا ہے زندگی خالی نہ از غم دیدگی
کیسی مصیبت آگئی دلدار من دلدار من

سترہ برس کی عمر تھی اک حور تھی یا تھی پری
اک داغ دیکر چل بسی دلدار من دلدار من

ہوتے تھے جب بیمار ہم کسطرح تھیں غمخوار تم
از جان و دل میری صنم دلدار من دلدار من

تھا وہ محبت کا اثر اپنے سے تھی بے خبر
ثابت وفا میں اس قدر دلدار من دلدار من

وقت نماز آتا تھا جب مجھکو جگا کر با ادب
آغوش میں لیکر کے تب دلدار من دلدار من

کہتی تیمم کر ذرا پڑھئے نماز اس دم پیا
وقت صلوات آخر ہوا دلدار من دلدار من

دیگر مصلے کو بچھا پیچھے میں میرے دلربا
استادہ رہتی تھی سدا دلدار من دلدار من

اس قلمی نسخہ میں ایک بڑی اہم چیز آپ کی مناجات ہے، وہ بھی اردو میں ہے اسکی اہمیت اس میں مضمر ہے کہ جو دعا آپ نے عنفوان شباب میں مانگی تھی خدا نے عمر طبعی میں جب وہ پہونچے تو قبول فرمائی۔

ہوگیا، حضرت لطیفی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر مضطربانہ پکار اُٹھے۔ ؎

غم نہیں آرام و عیش و دل گیا
تو ملا مجھکو تو سب کچھ مل گیا

اسکے بعد آپ ہمیشہ مولانا کی خدمت میں رہے، تمام درسیات مولانا سے پڑھیں اور علم تصوف حاصل کیا آپ کی صوفیانہ استعداد اور صلاحیتوں کے پیش نظر مولانا نے آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی اور لوگونکے بیعت لینے کی اجازت دی اب آپ رشد و ہدایت کے کار منصبی میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں، طبیعت شاعرانہ پائی ہے فارسی اور اردو دونوں میں فکر فرماتے ہیں' اپنی شاعری میں اپنے استاد و پیر حضرت لطیفی کے متبع ہیں، پہلے آپ نے فش تخلص رکھا تھا لیکن پیر کی محبّت میں بدل کر حفیظی کر لیا ہے۔ اور اب اسی تخلص سے غزل کہتے ہیں۔

نمونۂ کلام

نہ ہو کوئی بھی مبتلائے جدائی — کہ ہے نارِ دوزخ بلائے جدائی
نہ ہوگا کبھی مجھکو وصلِ دل آرا — کہ پیدا ہوا ہوں برائے جدائی
کبابِ جگر پائے خونِ دل ہے — غذائے جدائی غذائے جدائی
وہی جانتا ہے جدائی کی حالت — پڑی جس پہ آکر بلائے جدائی

اگر طالبِ یار ہے اے حفیظی
زباں پر نہ لا شکوہ ہائے جدائی

تمہاری راہِ طلب میں ہم نے کیا ہے دل میں یہ عہد صادق
جفا کے بدلے وفا کریں گے ستم کے بدلے کرم کریں گے
لطیفی اپنے بُرے عمل پر کہو تو کیوں ہے نہ آہ و زاری
مدد تمہاری بروزِ محشر رسول خیر الامم کریں گے

جہاں دیکھتا ہوں تمہیں دیکھتا ہوں مری آنکھ میں تم سمائے ہوئے ہو
خطا کیا ہوئی کچھ تو بتلاؤ صاحب غضب کا جو تیور چڑھائے ہوئے ہو
حفیظی یہ ہے وصل حق کا وسیلہ
بتوں سے جو دل تم لگائے ہوئے ہو

مولوی سید ابوالقاسم صاحب اختر

نام سید ابوالقاسم تخلص اختر، عمر ۷۵ سال۔
آپ بلگرام کے اس خاندان سے ہیں جو منتقل ہو کر گواتھ اور آرہ میں آکر بس گیا ہے، آپ آغا سید محمد قاسم مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، آپ کا دادیہال گواتھ قصبہ سہسرام ضلع شاہ آباد اور نانیہال آرہ میر صاحب کے پھاٹک میں ہے۔ آپ کے نانا سید الطاف حسین امین عدالت دیوانی اپنے ابن عم سید حسین عسکری سررشتہ دار کلکٹری کے ساتھ تبدیل ہو کر مونگیر سے بھاگلپور آئے، سررشتہ دار صاحب بدل کر پورنیہ چلے گئے، لیکن آپ کے نانا مع اہل و عیال بھاگلپور رہ گئے، آپ کی پیدائش یہیں ہوئی اور ابھی آپ آٹھ ہی برس کے تھے کہ آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اردو فارسی

میں معقول استعداد حاصل کرکے انگریزی اسکول میں انگریزی پڑھی اور بہار ہائی انگلش اسکول بھاگلپور میں چار پانچ برس ٹیچر رہے اس کے بعد سرکاری ملازمت میں آگئے اور ستمبر ۱۹۱۲ء میں تبدیل ہوکر پورنیہ آئے اور اسی ضلع میں اپنی ملازمت کا تمام زمانہ نہایت خوبی اور نیکنامی سے ختم کرکے فروری ۱۹۳۶ء میں پنشن یاب ہوئے ۔ آپ شاعری کا ابتدا سے مذاق تھا، بھاگلپور کے ادبی صحبتوں میں ہمیشہ شریک ہوتے رہتے تھے، اور جب سے کشن گنج تشریف لائے یہاں کے مشاعروں میں ہمیشہ شریک ہوئے اور داد سخن لیتے رہے ۔ آپ ایک سنجیدہ، نیک دل، خاموش طبع اور یادگار سلف بزرگ ہیں، اور شاعری میں حضرت صفیر بلگرامی سے تلمذ حاصل ہے ۔

نمونہ کلام

ضیائے رخ سے فزوں ماہتاب ہو نہ سکا
مقابل اُن کے کبھی آفتاب ہو نہ سکا

وال کرکے نکیرین خود ہوئے ساکت
خدا کے فضل سے میں لاجواب ہو نہ سکا

رشتے حشر میں عاجز محاسبہ سے ہوئے
میرے گناہوں کا اُنسے حساب ہو نہ سکا

سانِ قطرہ فنا ہوگیا ہوں دریا میں
جدا جو بحر سے مثل حباب ہو نہ سکا

علیؓ کے نقش قدم پر نثار ہو اختر
تراب سب ہیں کوئی بوتراب ہو نہ سکا

یں رونق پہ ہوں گلزار بُت خانہ رہے
منسلک زنار میں تسبیح کا دانہ رہے

در دل میں جو کچھ ہے بھی تو اتنی ہے کہ بس
آپ کی مجھ پر نگاہِ دردمندانہ رہے

اُس کی صورت ہی سے جب ظاہر خدا کی شان ہو — دل نہ کیوں پھر اُس بُتِ کافر پہ دیوانہ رہے
کشتۂ سوزِ محبت نے کہیں دیکھا بھی ہے — شمع جلتی ہو مگر خاموش پروانہ رہے

نظم میں اختؔر رہے بڑھتا ہوا مضمون شعر
چست بندش ہو کلام اپنا فصیحانہ رہے

وہ تند خو گلے کا مرے ہار ہوگیا — یارب میں کس بلا میں گرفتار ہوگیا
ظالم جفا سے اپنی جفا کار ہوگیا — اتنا ستم کیا کہ ستمگار ہوگیا
رہتا ہے جمگھٹا درِ دولت پہ رات دن — گھر کیا ہوا کہ دلّی کا دربار ہوگیا
وہ ماہرو جو گورِ غریباں میں آگیا — اپنا مزار مطلعِ انوار ہوگیا

اختؔر کو بعد مرگ نجف میں جگہ ملی
کتنا بلند طالع بیدار ہوگیا

حکیم سیّد آغا علی صاحب احقؔر

نام سیّد آغا علی، تخلص احقر عمر ۵۵ سال۔

آپ آغا سیّد محمد قاسم مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ اور مولوی سیّد ابو القاسم صاحب اختؔر کے حقیقی بھائی ہیں، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اور عربی فارسی کی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی اس کے بعد حکیم زین العابدین صاحب سے علم طب پڑھکر پچیس تیس برسوں سے کشن گنج میں مطب کرتے ہیں۔

آپ نے طبیعت موزوں اور مضمون آفریں پائی ہے، پٹنہ کے قیام میں کسیقدر شاعری کا شغل تھا

لیکن کشن گنج آکر پیشے کی مصروفیت نیز شاعری کا یہاں چرچا نہ ہونیکے باعث آپ شاعری چھوڑ بیٹھے تھے، لیکن جب سے کشن گنج میں انجمن ترقی اردو قائم ہوئی مشاعرے ہونے لگے آپ کی خفتہ صلاحیتیں بھی بیدار ہوگئیں اور آپ نہایت ذوق اور انہاک سے اُس میں حصہ لینے لگے۔ مشکل سے کوئی مشاعرہ ناغہ ہوتا جس میں آپ دو غزلہ سہ غزلہ لکھکر نہ سناتے ہوں، آپ نہایت معقول اور صاحب ذوق بزرگ ہیں، انجمن ترقی اردو کے مشاعرے اکثر آپ کے دولتکدہ پر ہوتے رہتے ہیں، آپکے پانچ صاحبزادہ ہیں جن میں ایک شاعر بھی ہیں - ادھر آپ برابر علیل رہتے ہیں فکر سخن سے معذور ہو رہے ہیں۔

نمونہ کلام

زبانی نامہ بر کہنا تو اتنا اُس ستمگر سے
جو ہو مشتاق تیرے دید کا دیدار کو ترسے

پلا دے خم کا خم ساقی رہے حسرت نہ کچھ باقی
بھلا تسکین ہوتی ہے کہیں دو چار ساغر سے

ں باندھوں زلف کا مضمون اگر جادو بیاں ہو کر
یقیں ہے شعر پڑھ جائے کہیں کالے کے منتر سے

ب کیا جو اس دنیا میں بے نام و نشاں ہم ہیں
پڑے ہیں منہ چھپائے گور میں کتنے سکندر سے

دغ حُسن سے روشن ہوئیں آنکھیں رہے قسمت
وگرنہ دیکھتا کیونکر میں اُن کو دیدۂ تر سے

ادے کُشتۂ فرقت کو اپنے سحر و افسوں سے
ذرا اتنا تو کہدے کوئی جا کر اُس فسونگر سے

رے چاک گریباں کا مداوا ہو نہیں سکتا
کہاں ممکن ہے چارہ سوزن دستِ رفوگر سے

ون عشق میں صحرا نوردی اپنا شیوہ ہے
ادھر وحشت ہوئی برسے ادھر نفرت ہوئی گھر سے

لگاؤں کس طرح آنکھوں سے نامہ اپنے دلبر کا
کہیں تر ہو نہ جائے قطرہ ہائے دیدۂ تر سے

چلو اب میکدہ اے شیخ توبہ توڑ کر اپنی — گنہ دھل جائیں گے دل تو لگاؤ جام و ساغر سے

نہ کہنے پر بھی آخر کھل گیا رازِ درد دل اپنا — مجھے ہونا پڑا شرمندہ اپنے دیدہ تر سے

چھلکتا ہے تو چھلکے ساغرِ عمر رواں احقر
بچی ہے کس کی گردن تیشۂ چرخِ ستمگر سے

جناب احمد حسین صاحب قیصر

(متعلم فرسٹ کلاس ہائی انگلش اسکول ارریہ)

نام احمد حسین، تخلص قیصر، عمر ۱۹ سال

آپ [illegible] حسین صاحب ساکن موضع سیسہ باڑی تھانہ امور ضلع پورنیہ کے صاحبزادہ ہیں۔
آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی پھر عطوفت گنج کے یو پی مکتب میں داخل ہوگئے، اس کے بعد ایم ای مکتب سونتھا میں داخل ہوئے اسکے بعد ایم، ای اسکول بہادر گنج سے مڈل پاس کرکے ہائی انگلش اسکول شن گنج میں نام لکھوایا سکنڈ تک یہاں پڑھکر ارریہ چلے گئے اور اب وہیں میٹرکولیشن کی تیاری کر رہے ہیں یہاں کے مشاعروں میں برابر شریک ہوتے اور غزل پڑھتے رہے، شاعری اور مضمون نگاری کا کافی ذوق رکھتے ہیں، اگر آئندہ پوری توجہ سے کام لیا اور کسی اچھے راہ نما کا دامن پکڑا تو آپ بڑی حد تک اپنے مساعی میں کامیاب ہوں گے؛ غزلوں کے علاوہ آپ کو نظموں کا بھی ذوق ہے اور نیچرل شاعری بھی کرتے رہتے ہیں۔

نمونۂ کلام

(پست خیالی پر طنز)

مڈل کا ہے یہاں کچھ ایسا احساس — کہ ہونا چاہتے ہیں سب مڈل پاس
مڈل ہی منتہائے ارتقا ہے — اسی کی روز و شب ہے سب کو بکواس
اسی کی رٹ لگی ہے ہر زباں پر — جوانوں کی یہی ہے حدّ احساس
مڈل ہی پاس کرنے سے بلا عذر — ممانی اور خالہ بنتی ہیں ساس
کوئی ٹیچر بنے گا پاس کرکے — کوئی قسمت سے کاٹیگا فقط گھاس
گرایم، اے کی سند پائی کسی نے — تبرّک ہو گی وہ مثل انناس
کسی کے باپ کی یہ آرزو ہے — کہ بیٹا جلد ہو جائے مڈل پاس
کہ اونچے گھر میں ہو لڑکے کی شادی — ملیں سسرال سے یاقوت والماس

نہ قیصر کیجئے شکوہ مڈل کا
کہ حضرت آپ بھی تو ہیں مڈل پاس

ستان باقی تھا نہ رہستان باقی ہے — سینما کی وبا سے اب نہ ہندوستان باقی ہے
ی روزیاں کس نے ہمارے ہاتھ سے چھینیں — نہ اب روٹی کا ٹکڑا ہے نہ دسترخوان باقی ہے
یما چھوڑ کر روزی کمانا کیسے ممکن ہے — اگر دو روز کا بھی گھر میں آب و نان باقی ہے
شہ جو کفنانا تو آنکھوں کو کھلا رکھنا — کہ ان کی دید کا دل میں ابھی ارمان باقی ہے

دم نزع نہ نکلے پائے جاناں پر تو اے قیصر
یہ پھر کس کام کی جاں ہے اگر کچھ جان باقی ہے

جناب احمد حسین صاحب شمس بمن گرامی

نام احمد حسین، تخلص شمس، عمر ۲۱ سال۔

آپ مولوی عبدالرحیم آروی حال مقیم موضع بمن گرام سنتال پرگنہ کے صاحبزادہ اور مولوی ہشام علی مرحوم کے پوتے ہیں۔ آپ کے دادا آپکے والد کو لیکر ۱۸۶۶ء میں ضلع شاہ آباد آرہ سے منتقل ہوکر سنتال پرگنہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

آپ یہیں نومبر ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ابھی آپ ایام رضاعت میں تھے کہ آپ کی والدہ کا سایہ آپکے سر سے اُٹھ گیا، اور انتقال کے چھ ماہ بعد آپکے والد نے دوسری شادی کی اور آپ کی پرورش آپ کی سوتیلی ماں کے متعلق کی گئی جو آپکے لئے حد درجہ روح فرسا اور مصیبت انگیز رہی اسی ماحول میں اپنے بڑے بھائی منشی عبدالرزاق صاحب کی برادرانہ شفقت کے ساتھ ساتھ آپ چار سال کی عمر کو پہونچے اور وہاں کے ہندی پاٹ شالے میں ہندی پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے، گروجی کی استادانہ سختیوں نے آپ کو ہندی زبان اور حساب میں ماہر کردیا۔ اس کے بعد آپ راج محل کے انگریزی اسکول میں داخل ہوئے، مڈل تک آپکی زبان ہندی رہی، کے بعد اردو فارسی کا شوق ہوا اور مولوی سید افضال حسین صاحب مضطر ہڈ مولوی کی شفقت اور مہربانی سے اردو رسی میں دستگاہ حاصل کرکے ۱۹۳۸ء میں میٹرک اور ۱۹۴۰ء میں ایف، اے پاس کیا،

آپ کو ابتدا سے شاعری کا ذوق تھا، اور کسی عنوان پر نظمیں لکھا کرتے تھے اور اب بھی غزلوں کیطرف مائل ہیں زیادہ تر نظمیں لکھتے ہیں،

آئی، اے کے اثنائے تعلیم میں اپنا کلام حضرت یاس بھاگلپوری کو دکھلایا کرتے تھے، آجکل بہ خیال ملازمت ن گنج میں مقیم ہیں اور یہاں کے مشاعروں میں شریک ہوتے رہتے ہیں جسمیں طرحی غزلوں کے علاوہ اپنی پرانی نظمیں بھی سناتے ہیں۔

نمونہ کلام

اک بات تم سے پوچھوں کچھ رنج تو نہ ہوگے
اتنی عنایت امشب مجھ پر کہو کرو گے

میرے لبوں پر اپنے لب کو ذرا رکھوگے
اے جانِ من وہی دوں اس کے عوض جو لوگے

فی الحال دے رہا ہوں دل کو تمہیں بیعانہ

تارے نثار کرتے ہیں نور کا خزینہ
اس پر کہ چرخ پر ہے خود نور کا سفینہ

پر جب نقاب الٹی ہے رخ سے وہ حسینہ
پیشانیِ قمر پر آجاتا ہے پسینہ

شبنم اسی کو کہتا ہے بے خرد زمانہ

کیوں مسکرا رہے ہو شیشے میں بیٹھکر تم
انگشت بر زنخداں کچھ زیرِ لب تبسم

گہ دیکھنا بہر سو ہونا گہ اپنے میں گم
کیوں ہوں چھوٹی موٹی سی اے رشکِ ماہ و انجم

کیا شمس لوٹنے پر ہے حسن کا خزانہ

...ہیں اپنی آنکھ پہ ناز ہے ادھر اپنے دل پہ غرور ہے
کوئی رمزِ حسن یہاں ہو نہ ہو مگر اس میں تو کچھ ضرور ہے

...ی زندگی دمِ حسن سے کہوں کیوں نہ تجھکو فنا پذیر
سُن اے عندلیب گُل آشنا ترے ذہن میں تو فتور ہے

...ز ابروان کی لذت یاب ہوتی کاشکے
آج میری جان محوِ خواب ہوتی کاشکے

...پ کے آنکھوں میں تری میں ڈھونڈتا اپنی خودی
ہوش دیدِ وصل کی کچھ تاب ہوتی کاشکے

...ے کر اُس کو چین سے سو سکتے ہیں کیا وہ بھلا
جان میری بالشِ کم خواب ہوتی کاشکے

جناب محبوب الرحمٰن صاحب کامل پناسی

نام محبوب الرحمٰن، تخلص کامل، عمر ۱۷ سال ۔

آپ مولوی بدرالدین صاحب ساکن موضع پناس تھانہ بہادر گنج ضلع پورنیہ کے صاحبزادہ ہیں ۔

آپنے ابتدائی تعلیم گھر میں مولوی محمد یونس صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد سونتھا مڈل ورنکولر اسکول میں نام لکھایا اور اُس کا آخری امتحان پاس کرکے بہادر گنج ہائی انگلش اسکول میں داخل ہوئے، اور اب اُسی کے درجہ نہم میں پڑھ رہے ہیں ۔ آپ نہایت نیک، صالح، پابند صوم وصلوٰۃ نوجوان ہیں ۔ شروع سے آپ کو شاعری کا ذوق رہا اور زیادہ تر طبیعت نظموں اور خاصکر نیچرل نظموں کی طرف مائل ہے ۔ جب کبھی موقع ملتا ہے تو کسی نہ کسی عنوان پر نظم لکھتے ہیں، ابھی عمر وتعلیم ہی کیا ہے لیکن پھر بھی جو عنوان ہے وہ ہر طرح امید افزا ہے اور ان کے عنفوان شباب کی طرح اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا ہے ۔ ؎

نظمیں بہت اچھی ہیں تغزل بہت اچھا
اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

نمونہ کلام

زمانہ حسن کا تیرے نہ کیوں ہو جائے دیوانہ
عضب ہے اس جوانی میں تیرا انداز مستانہ

لڑی جو آنکھ تجھسے دوست چھوٹے آشنا چھوٹے
تیری الفت نے کر ڈالا ہے سب سے مجھکو بیگانہ

گھروں میں آگ لگتی ہے تو سب اسکو بجھاتے ہیں
نہیں کوئی بجھا سکتا جلے گر دل کا کاشانہ

نہ جاتا کوچۂ ظالم میں کوئی یہ جو کہہ دیتا　　کہ دنیا میں نہیں مجروحِ الفت کا شفا خانہ
محبت گر نہ ہوتی تو نہ وہ ہوتے نہ میں ہوتا　　نہ جلتی شمع اور مرتا نہ اُس پر آکے پروانہ

وہ کیوں کامل دلِ عاشق میں اپنا گھر بناتے ہیں
نہ کعبہ ان کو بھاتا ہے نہ بھاتا انکو بُت خانہ

ملے نہ تم تو عجب دل کا حال ہوتا ہے　　تمہارے ہجر میں جینا وبال ہوتا ہے
غرورِ حُسن کیا پر نہ تم نے یہ سمجھا　　کہ ہر کمال کو اک دن زوال ہوتا ہے
جنونِ عشق میں افسوس یہ سمجھ نہ سکا　　کہ راہِ عشق میں دل پائمال ہوتا ہے
لگائے نہ کسی ماہرو سے دل اپنا　　کہ موت و زیست کا اسمیں سوال ہوتا ہے

کسی پہ کیسے بھروسہ ہو مجھکو اے کامل
کسی کا کب کوئی پرسان حال ہوتا ہے

جناب محمد حسین صاحب باصر

نام محمد حسین، تخلص باصرؔ، عمر ۲۴ سال۔
آپکے والد دربھنگہ سے کشن گنج آکر بس گئے تھے۔ آپ کی پیدائش یہیں ہوئی اور یہیں مستقل طور پر
[illegible]ں گئے ہیں۔ بہ ضرورت اردو، فارسی، انگریزی گھر پر اور انجمن اسلامیہ کشن گنج کے مدرسہ میں حاصل
[illegible]، یہاں کے مشاعروں کی شرکت سے آپ کو بھی ذوقِ شاعری پیدا ہوا۔
[illegible] اور گاہے گاہے غزلیں کہکر شریک مشاعرہ ہوتے ہیں۔

آدمی نہایت نیک، محنتی اور جفاکش ہیں، اور کچہری کے کسی سلسلہ میں ملازم ہیں۔ اور حضرت مولانا شاہ محبوب احمد مرحوم و مغفور کے خاص شاگرد اور مرید ہیں۔

نمونہ کلام

وہ کسی روز میرے گھر میں جو مہماں ہو جائے — خود ہی ویرانہ مرا رشک گلستاں ہو جائے
رُخ پہ نور کسی روز جو عُریاں ہو جائے — خود ہی نقاش ازل دیکھ کے حیراں ہو جائے
زلف ہیں ان کے کہیں دل نہ پریشاں ہو جائے — موت سے پہلے مری موت کا ساماں ہو جائے
نزع کا حال مرے اس سے نہ کہنا قاصد — ابھی بچپن ہے نہ وہ سن کے پریشاں ہو جائے
واسطہ مجھکو ہے یارب تیری ستاری کا — عیب میرا کہیں محشر میں نہ عریاں ہو جائے
بے نیازی تو ذرا دیکھئے وہ کہتا ہے — کوئی ہوتا ہے پریشاں تو پریشاں ہو جائے

گو غزل گوئی میں ہے طفل دبستاں باصر
فیضِ استاد سے ممکن ہے سخنداں ہو جائے

مولوی محبوب الرحمٰن صاحب محبوب

نام عبدالحی عرف محبوب الرحمٰن، تخلص محبوب، عمر ۳۳ سال۔

[illegible]ب مولوی عبدالقادر صاحب ساکن موضع مجگواں تھانہ قصبہ ضلع پورنیہ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کی ابتدائی [illegible]م گھر پر ہوئی اس کے بعد ایم ای اسکول کٹھریا، مدرسہ محمدیہ، گڑھہ بنیلی اسکول، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ

مظہر العلوم و مطلع العلوم بنارس میں ہوئی۔

آپ کو شعر و شاعری کا شروع سے شوق تھا لیکن اساتذہ کی تنبیہ کے باعث ادھر متوجہ کم ہوتے تھے پھر بھی موقع بہ موقع کہتے رہتے تھے اور حضرت کوکب بنارسی سے اصلاح لیتے تھے۔ آپنے بنارس کے قیام میں ایک پریس بہ نام محبوب عالم پریس حضرت کوکب کے مکان میں قائم کیا۔ پھر جب مکان واپس آئے تو ۱۹۳۴ء میں محلہ خزانچی پورنیہ میں اس کو منتقل کر دیا، اُسی پریس میں پورنیہ کا ہفتہ وار اخبار آفتاب اور رسالہ طلبہ چھپ کر نکلتا رہا، اور اب وہ کشن گنج منتقل ہو گیا ہے اور ۱۹۳۶ء سے کامیابی کے ساتھ اپنا کام کر رہا ہے۔ کشن گنج کا آئینہ اخبار پہلے اسی پریس سے چھپ کر شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۳۹ء میں دو نظمیں شائع ہوئیں جس کی پاداشں میں ایک ہزار کی ضمانت طلب ہوگئی اور وہ پریس بند ہو کر اب جہانگیر پریس قائم ہوا ہے جہاں لیتھو اور ٹائپ دونوں کا کام ہو رہا ہے اور وہ آپ کی منیجری میں نہایت حسن و خوبی کیساتھ اپنا کام کر رہا ہے۔

نمونہ کلام

مرے جان و دل کی انہیں جستجو ہے — وہ خوش ہوں مری بھی یہی آرزو ہے
اٹل ہے یہ قانون فطرت اٹل ہے — لہو جو بہا دے وہی سُرخرو ہے
زمانہ خفا ہو کوئی مجھ سے روٹھے — مجھے تو اُسی کی فقط جستجو ہے
مرے دل میں اب کوئی حسرت نہیں ہے — جو اُن کی رضا ہے مری آرزو ہے
مرا عشق شاید حقیقت کو پہونچا — جسے دیکھتا ہوں وہی ہو بہو ہے
بیاں اس سے کیسے کروں رازِ الفت — بہت ترشرو ہے بہت تند خو ہے

تمنائے محبوب کو پوچھتے ہیں
کوئی کہدے اُن سے کہ بس تو ہی تو ہے

جناب سیّد انور حسین صاحب انورؔ

نام سیّد انور حسین تخلص انورؔ، عمر ۲۰ سال۔

آپ سید حسین بخش مرحوم زمیندار ٹھاکر گنج ضلع پورنیہ کے صاحبزادہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پھر ہائی انگلش اسکول کشن گنج اور ٹی، این کالجیٹ اسکول بھاگلپور میں انٹرینس تک انگریزی حاصل کی۔

شاعری کا شوق ابتدا سے تھا، گاہے گاہے اپنے گھر میں مشاعرے کی صحبتیں بھی کرتے رہتے تھے آجکل کلکتہ میں مقیم ہیں اور کبھی کبھی کشن گنج آجاتے ہیں۔ جناب آرزوؔ لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے ہیں۔

جناب خلیل الرحمن صاحب اشکؔ گوپالپوری

نام خلیل الرحمٰن، تخلص اشکؔ، عمر ۱۶ سال۔

[illegible]پ خانصاحب مولوی نصیر الدین ساکن گوپالپور تھانہ بہادر گنج ضلع پورنیہ کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔
[illegible]ئی تعلیم گھر میں حاصل کرکے ہائی انگلش اسکول کشن گنج میں داخل ہوئے اور وہیں میٹرک میں پڑھ رہے ہیں۔
[illegible] مولوی بہار الدین صاحب اثرؔ ہیڈ مولوی کے فیض صحبت سے آپ کو شاعری کا شوق پیدا ہوا ہے۔
[illegible]ہے گاہے مشاعروں میں غزل پڑھتے ہیں۔ اگر یہی شوق رہا اور استاد نے نظر توجہ رکھی تو
[illegible]ندہ ایک اچھے شاعر اور ادیب ہوں گے۔